(۸۳)

سورۂ تطفیف

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور اس میں (۳۶) آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط سورت ماقبل سے اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ مکذبین یعنی

؎ مصاحف شریفہ میں عموماً اسی طرح لکھا ہے مگر تفاسیر میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن زبیرؓ اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور حضرت حسن بصریؒ عکرمہ اور سدّی نیز حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت یہ ہے کہ یہ سورت شریفہ "مدنیہ" ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور کچھ مدینہ میں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آخر ما نزل بمکۃ سورۃ المطففین (ابن الضریس) اور یہ بھی فرمایا: اوّل ما نزل بالمدینۃ ویل للمطففین (ابن مردویہ، بیہقی) سب سے آخری سورت جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی وہ ویل للمطففین ہے۔ اور سب سے اول جو سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی وہ ویل للمطففین ہے۔ ان دونوں روایات کو ملانے سے یہی نتیجہ نکلا کہ اس کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس اعتبار سے

جھٹلانے والوں کا بیان ماقبل سورت میں بھی فرمایا گیا تھا۔ اس سورت شریفہ میں بھی ان کا ذکر آ رہا ہے۔ نیز سورۂ انفطار میں ابرار اور فجار کے احوال مذکور ہوئے تھے یہاں بھی ذکر فرمائے جا رہے ہیں پھر یوم الدین یعنی یوم الجزاء اور انصاف کے دن کی اہمیت اوپر کی سورت میں بیان ہوئی تھی۔ اسی سلسلہ میں یہاں ایک خاص معصیت (ناپ تول میں کمی کرنے) کا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ یہ معصیت دیکھنے کو تو بالکل معمولی اور حقیر نظر آتی ہے کہ سیر بھر غلے میں سے تولہ دو تولے کم دیدئے۔ یا گز بھر کپڑے میں سے اکا دگرہ یا انچ کم کرکے کاٹ دیا جس سے خاطی کا نہ تو پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ اس کا تن ڈھک سکتا مگر صفت کی معصیت اپنے مرلے لی۔ یہ گناہ اگرچہ معمولی و حقیر دکھائی دیتا ہے لیکن اللہ سبحانہ کے ہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اس کو مکیہ کہنا یا مدنیہ کہنا ہر دو بجائے خود صحیح ہے۔ اسی بنا پر بعض مفسرین نے فرمایا:- انها لیست احدهما بل نزلت بین مکة والمدینة لیصلح اللہ تعالیٰ امر اهل المدینة قبل ورود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیهم۔ یہ سورت شریفہ نہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور نہ مدینہ منورہ میں بلکہ ان دونوں حرمین شریفین کے درمیان نازل ہوئی اس لئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ رونق افروز ہونے سے پیشتر ہی اہل مدینہ کے بعض امور کی اصلاح فرمادے شان نزول کے سلسلہ میں جو روایات آئی ہیں ان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس پر بھی باز پرس ہوگی اور اس کی سزا ملیگی تو یوم الدین کی اہمیت اور نمایاں ہوئی اور اس کی عظمت دلوں پر قائم ہوئی' اس کے علاوہ اور وجوہ بھی ہیں جن سے مناسبت و ربط ظاہر ہوتا ہے جن کا ذکر موجب طوالت ہے۔

شان نزول حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ کانوا من اخبث الناس کیلا فانزل اللہ ویل للمطففین فاحسنوا الکیل بعد ذلک۔ (نسائی' ابن ماجہ' ابن جریر' طبرانی' ابن مردویہ' بیہقی)

جب نبی اعظم و اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو یہاں کے بیوپاریوں کا حال ماپ تول میں بہت ہی بدتر تھا۔ اسلئے اللہ سبحانہ نے سورۂ ویل للمطففین نازل فرمایا۔ اس کا مفید اثر یہ ہوا کہ ان لوگوں کا ماپ تول سب سے اچھا ہوگیا'' ظاہر ہے کہ اس کی بدولت یہاں کے رہنے بسنے والوں کے دل اسلام کی خوبیوں کے معترف ہو رہے ہوں گے۔ اور ہر کس و ناکس اسلام اور مسلمانوں کو دل سے چاہنے لگا ہوگا۔ اور سچائی و راستبازی کا تخم ان کے قلوب میں جاگزیں ہوا ہوگا۔ اور عدل و انصاف کا شجرہ بارآور ہونے کی آس لگ گئی ہوگی۔ اور کیا چاہیئے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

3-1 وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ

3-2 3-3 يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھرلیں

اور جب ماپ کر دیں ان کو یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

ایک تاجر کی بدمعاملگی سدی کہتے ہیں:۔ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وبہا رجل یقال لہ ابو جہینۃ ومعہ صاعان یکیل باحدھما ویکتال بالآخر فانزل اللہ تعالیٰ ویل للمطففین

حضرت رسول دوجہاں علیہ صلوات الرحمان مدینے تشریف لائے تو وہاں ایک بیوپاری تھا جس کو لوگ ابو جُہینۃ کہتے تھے۔ اس کے پاس صاع یعنی غلہ ماپنے کے دو پیمانے تھے۔ ایک سے لوگوں کو غلہ ماپ کر دیا کرتا اور دوسرے سے غلہ ماپ لیا کرتا۔ اس وقت اللہ سبحانہ نے سورہ ویل للمطففین کو نازل فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پاس دو پیمانے تھے ایک سے دیا کرتا اور دوسرے سے لیا کرتا تو دینے کا پیمانہ چھوٹا اور لینے کا بڑا ہوگا۔ جبھی تو اس کی مذمت وارد ہوئی اور ایسے عمل سے روکا گیا۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بیوپاریوں اور خصوصاً بنیوں کی عام عادت ہے کہ وہ ڈنڈی مارتے ہیں جس سے ان کی ناانصافی اور کمینگی وخست ظاہر ہوتی ہے اور برکت اٹھ جاتی ہے۔ اپنا حق پورا پورا وصول کرلینا فی نفسہ برا نہیں لیکن اس کی قباحت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ دوسروں کے حق کی حفاظت نہ کی جائے۔ یہاں یہی صورت تھی اسی وجہ سے اس واقعہ کو مذمت کے موقع پر بیان فرمایا جارہا ہے کہ ایسا شخص ناانصاف ہے اور دوسروں پر ظلم کرتا ہے اور اپنے حق کو اوروں کے حقوق کے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہے۔ نیز یہاں یہ بتانا منظور ہے کہ ماپ تول میں کمی کرنے سے جو حق تلفی کی جاتی ہے گو یہ حق تلفی نہایت حقیر ہے لیکن جب اللہ سبحانہ نے ایسی معمولی بات کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے اور اس کو موجب عذاب بتلایا ہے تو جو حق تلفی اس سے زیادہ ہو وہ بدرجۂ اولیٰ ناپسندیدہ اور موجب عذاب شدید ہوگی۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے کہ یہ حقوق العباد ہیں۔

ماپ تول کی کمی موجب قحط سالی

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ خمس بخمس ما نقض قوم العهد الا سلط الله عليهم عدوهم وما حكموا بغير ما انزل الله الا فشا فيهم الفقر وما ظهرت فيهم الفاحشة الا فشا فيهم الموت

ولا طففوا المکیال الا منعوا النبات واخذوا بالسنین، ولا منعوا الزکاۃ الا حبس منہم القطر (حاکم) پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پران کا دشمن مسلط ہو جاتا ہے (یعنی ان کی حکومت جاتی رہتی ہے) اور جو قوم اللہ سبحانہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے خلاف فیصلے کرتی ہے ان میں افلاس پھیل جاتا ہے، اور جس قوم میں فحش کاری (زنا وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے ان میں موت (طاعون وباوغیرہ) پھیل جاتی ہے، اور جو قوم ماپ تول (یا گز گنتی) میں کمی کرنا شروع کرتی ہے تو وہاں کی پیداوار روک دی جاتی اور قحط سالی کا شکار ہوتی ہے، اور جو قوم زکاۃ دینا چھوڑ دیتی ہے وہاں بارش نہیں ہوتی۔

عارف رومیؒ فرماتے ہیں:۔

ابر ناید از پئے منع زکات　　از زنا افتد وبا اندر جہات

ماپ تول کی کمی کی شامت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

ما ظہر الغلول فی قوم الا القی اللہ فی قلوبہم الرعب، ولا فشا الربوا فی قوم الا کثر فیہم الموت، ولا نقص قوم ن المکیال والمیزان الا قطع عنہم الرزق والا حکم قوم بغیر حق الا فشا فیہم الدم ولا ختر

قوم بالعهد الا سلط الله عليهم العدو۔ (طبرانی، امام مالک) جس قوم میں علانیہ خیانت غالب آجاتی ہے تو اللہ سبحانہ ان کے دلوں میں دشمن کا رعب ڈال دیتا ہے۔ اور جن میں سود خواری پھیل جاتی ہے وہ امراض وبائیہ کا شکار رہتی ہے اور جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے تو ان کا رزق چھین لیا جاتا ہے۔ اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خونریزی کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اور جو قوم عہد شکنی کرنے لگتی ہے اللہ ان پر ان کے دشمن کو مسلط فرما دیتا ہے"۔

روٹی، رزق سے محرومی جو ماپ تول میں کمی کی شامت میں نصیب ہوتی ہے اس کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ اس کو دانے دانے کا محتاج کر دیتا ہے۔ اور ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس سب کچھ میسر و مہیا ہوتا ہے لیکن وہ اس میں سے کھا نہیں سکتا۔ مثلاً کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے اطبا سخت پرہیز بتلاتے ہیں جس کے باعث ایسے لوگ بہت ساری نعمتوں سے میسر ہونے کے باوجود محروم ہیں

اللھم احفظنا۔ آمین۔

ابن عمرؓ کا اہتمام | حضرت ابن عمرؓ کا عملدرآمد تھا:۔ کان یمرّ بالبائع فیقول اتق الله اوف الكيل والوزن فان المطففين يوقفون يوم القيامة حتى ان العرق ليلجمهم الى انصاف آذانهم۔ (بغوی) آپ بازار میں

گشت لگاتے اور ایک ایک بیوپاری کے پاس سے گزرتے اور فرماتے تھے کہ میاں! اللہ سے ڈرو۔ برابر ناپو برابر تولو کیونکہ اس میں کمی کرنے والے قیامت کے دن اتنا کھڑے کئے جائیں گے کہ نصف کان تک پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا دکھائی دیگا کہ ان کو پسینہ کی لگام لگا دی گئی ہے۔"

ویل کی تفسیر بہرحال ارشاد ہو رہا ہے کہ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے ویل ہے۔ لفظ ویل کے کئی معانی ہیں۔ شدۃ الشر۔ حد درجہ کی خرابی اور برائی" والحزن والھلاک بڑا دُکھ اور تباہی و بربادی۔ عذاب الیم نہایت دردناک عذاب۔ جبل فی جھنم۔ دوزخ میں ایک پہاڑ ہے۔ ظاہر ہے کہ پہاڑوں میں خوفناک درندے، زہریلے سانپ، بچھو، اژدہے رہتے ہیں۔ فی زمانا کوہ ہمالیہ پر چڑھائی کیلئے جو لوگ روانہ ہوتے ہیں ان کو اقسام کے مصائب و آلام سے سابقہ رہتا ہے۔ پھر جہنم میں ایسا مقام ہو تو وہ کیسا ہیبت ناک اور خوفناک مقام ہوگا۔ جہاں ان کو ٹھہرایا جائیگا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ویل واد فی جھنم یھوی فیہ الکافر اربعین خریفا قبل ان یبلغ قعرہ۔ (امام احمدؒ ترمذی) جہنم کی ایک وادی کا نام ویل ہے جس میں کافر چالیس سال تک اترتا ہی رہیگا اور ابھی اس کی تہ تک پہنچنے نہیں پاتا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں تصریح ہے :۔ واد فی جهنم من قيح ۔ (ابن ابی حاتم) ویل نامی ندی جو جہنم میں ہے وہ پیپ کی ندی ہے" اس میں ماپ تول کی کمی کرنے والے غوطے کھاتے رہیں گے۔ نیز صحیح ابن حبانؒ اور مستدرک حاکمؒ کی روایت صحیحہ میں مزید صراحت یہ ہے :۔ واد بین جبلین یهوی فيه الكافر الخ ویل نامی ندی جہنم کے دو پہاڑوں کے درمیان سے بہتی ہے کافر اس میں چالیس سال تک غوطے کھاتا رہیگا" نہ اس کو عبور کر سکتا ہے اور نہ اس کی تہ تک پہنچ سکتا ہے پھر پہاڑوں کے درمیان ہونے سے وہاں کے سانپ اور اژدہوں وغیرہ سے جدا نہ ہو سکتا رہیگا۔ نیز ویل کا لفظ کمال حسرت و ندامت کے معنی میں بھی آتا ہے ۔

تطفیف کی مختلف صورتیں حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں :۔ انما الصلاة مكيال فمن اوفى اوفى له ومن طفف فقد سمعتم ما قال الله في المطففين (سعید بن منصورؒ ابن ابی شیبہ) نماز بھی ایک پیمانہ ہے (جس سے انسان کے ایمان کا اندازہ کیا جاتا ہے) لہذا جس نے نماز کا حق ادا کیا اس کو پورا پورا صلہ دیا جائیگا۔ اور جس نے اس میں کمی کی تو اس کی جزا کیا ہوگی اُس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے مطلب یہ کہ ماپ تول سے صرف غلہ وغیرہ کا لین دین مراد نہیں بلکہ ہر عمل میں ماپ تول ہے جیسا کروگے ایسا ہی پاؤگے ۔

حضرت وہب بن منبہؓ فرماتے ہیں :۔ ترک المکافاۃ تطفیف قال اللّٰہ
ویل للمطففین ۔ (عبد بن حمید، بیہقی) کسی کے احسان کا حق ادا نہ کرنا بھی حق تلفی ہے
اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے خرابی ہے حق تلف کرنے والوں کی" ارشاد باری ہے :۔
ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ احسان کا بدلہ احسان ہی ہو سکتا ہے" اگر
کوئی تمھارے ساتھ نیک سلوک کرے تو تم کو اس کا حق ماننا چاہیئے ۔ اگر تم حسن سلوک
نہ کر سکو تو کم از کم اس کے حق میں دعائے خیر کرو اور اس کے شکر گزار رہو ۔ ورنہ اس کی
حق تلفی ہوگی ۔

3-4 اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ
3-5
3-6 يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ کیا یقین نہیں رکھتے وہ لوگ کہ وہ اٹھائے
جائیں گے اس بڑے دن کے واسطے جس دن کھڑے ہوں گے تمام لوگ رب العالمین
کے انتظار میں "

انتظار صبر آزما ہے یعنی یہ لوگ اپنے حق کی حفاظت تو خوب جانتے ہیں لیکن
دوسروں کے حقوق سے اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں ۔ کیا ان کو یقین نہیں آتا کہ مرنے
کے بعد ایک دن اٹھنا ہے ۔ اور وہ دن حد درجہ ہولناک ہوگا جس میں ذرے ذرے
کا حساب لیا جائے گا ۔ اور حساب کے لئے تمام بنی آدم اکٹھے کئے جائیں گے ۔ یہ حساب

رب العالمین کے حضور میں، ہوگا جہاں رب العالمین کے انتظار میں عرصہ دراز تک کھڑے رہنا پڑیگا۔ انتظار کیسا صبر آزما ہے اس کو سب جانتے ہیں۔ الانتظار اشد من الموت۔ کسی کی راہ دیکھتے رہنا، موت سے بھی سخت تر ہے۔" اور یہاں تو رب العالمین کا انتظار ہے جس پر کسی کا کچھ نہیں چل سکتا۔

طول قیام کا اثر حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:- یوم یقوم الناس لرب العالمین حتی یغیب احدھم فی رشحه الی انصاف اذنیه۔ (امام مالکؒ، ہناد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن المنذر، ابن مردویہ) جس دن تمام لوگ رب العالمین کے انتظار میں کھڑے رہیں گے تو اتنا کھڑے رہنا ہوگا کہ ان میں کا ایک ایک شخص اپنے پسینے میں نصف کان تک ڈوبا ہوا ہوگا۔"

مدت انتظار مدت انتظار کے باب میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے:- اذا حشر الناس قاموا اربعین عاما۔ جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو رب العالمین کے انتظار میں چالیس سال تک کھڑے کے کھڑے رہینگے۔" حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:- یقوم الناس علی اقدامھم یوم القیامة ثلاث مائة سنة۔ (ابن مردویہ) لوگ اپنے پاؤں پر قیامت کے دن تین سو سال تک

کھڑے رہیں گے"۔ حضرت ابوہریرہؓ حضرت قتادہ اور کعب احبار کی روایات میں بھی یہی مدت مذکور ہے۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مردویہ) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت میں ہے:۔ انّه قال یا رسول اللّٰه کم قیام الناس بین یدی رب العالمین یوم القیامة قال الف سنة لا یؤذن لهم (طبرانی) "خود عبداللہ بن عمروؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کے دن لوگ رب العالمین کے حضور میں (یا انتظار میں) کب تک کھڑے رہیں گے؟ تو ارشاد ہوا کہ ایک ہزار سال تک۔ ان کو بیٹھنے کی اجازت تک نہ ہوگی"۔ قاسم بن ابی بزہؒ کہتے ہیں: حدثنی من سمع ابن عمرؓ قرأ ویل للمطففین حتی بلغ یوم یقوم الناس لرب العالمین بمقدار نصف یوم من خمسین الف سنة۔ (امام احمدؒ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سننے ہوئے لوگوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی آپ نے سورہ ویل للمطففین کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ آیۂ کریمہ یوم یقوم الناس لرب العالمین پر پہنچے تو فرمایا کہ لوگ قیامت کے پچاس ہزار برس کے برابر دن میں اس کے آدھے دن تک (یعنی پچیس ہزار برس تک) کھڑے رہیں گے"۔ یہ قیام کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ چالیس سال یا تین سو سال اور ایک ہزار سال یا پچیس ہزار سال کی مدت کا اختلاف ان کفار کے کفر کے اعتبار سے ہے۔ جو کوئی اپنے کفر میں جیسا

شدید اور کٹر ہو گا اس کے لحاظ سے اس کی مدت قیام بھی دراز سے دراز تر ہوگی۔ اس کی صراحت حضرت مقدادؓ کی حدیث میں آگے آرہی ہے۔

مومن کی شان رہا مومن، اس کی نسبت ان ہی مذکورہ احادیث شریفہ میں صراحت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت میں ہے:۔

فیھون ذٰلک الیوم علی المؤمن کتدلی الشمس للغروب حتی تغرب۔ (امام احمدؒ) وہی دن مومن کے حق میں اتنا سہل اور آسان ہو جائیگا جیسے غروب کے وقت آفتاب جھک جاتا ہے تا آنکہ وہ غروب ہو جائے۔" حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ ویخفف اللہ ذٰلک الیوم ویقصرہ علی المومن کمقدار نصف یوم اوکصلاۃ مکتوبۃ (عبد بن حمید) اور اللہ سبحانہ اسی دن کو مومن کے حق میں اتنا خفیف اور مختصر فرما دیگا جیسا کہ (ایام دنیا سے) نصف دن، یا ایک فرض نماز کی ادائی میں جتنا وقت درکار ہوتا ہے۔" حضرت حذیفہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے یہاں بھی اوقات کا اختلاف مومن کی قوت ایمانیہ اور اس کے اعمال صالحہ وغیرہ کے اعتبار سے ہے۔

قیامت کی ہولناکی یہ تو قیامت کے دن لوگوں کے کھڑے رہنے کا بیان ہوا۔ اسی طرح قیامت کی ہولناکی سے متعلق دوسری چیزیں جو درپیش ہوں گی ان کا بھی

کچھ بیان مختصراً سن لیجئے، مثلاً اس قیام کے دوران میں یہ لوگ پسینے میں جو شرابور ہونگے اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ یعرق الناس یوم القیامۃ حتی یذھب عرقھم فی الارض سبعین باعاً ویلجمھم حتی آذانھم۔ (بخاری شریف، مسلم شریف) قیامت کے دن لوگ اس درجہ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے کہ نیچے کی زمین سات باع تک تربتر ہو جائیگی اور پسینہ ان کے کانوں تک پہنچ جائیگا۔" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔ ان الکافر یلجم بعرقہ یوم القیامۃ حتی یقول یا رب ارحنی ولو الی النار (طبرانی، ابو یعلی، ابن حبان) قیامت کے دن ایک ایک کافر کو پسینہ اس کے ہونٹوں تک بھرا ہوا ہوگا یہاں تک کہ اس کی تاب نہ لاکر وہ کہنا شروع کریگا کہ پروردگار مجھے اس سے چھٹکارا دلائیے اگرچہ دوزخ میں پہنچا کر ہی سہی"۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ان العرق لیلجم الرجل فی الموقف حتی یقول یا رب ارسالک لی الی النار اھون علی مما اجد وھو یعلم ما فیھا من شدۃ العذاب۔ (حاکم) موقف میں (جہاں کفار کو ٹھہرایا جائیگا) ایک ایک شخص کو پسینہ اس کے لگاموں تک پہنچا ہوا ہوگا۔ بالآخر وہ فریاد کرنے لگیگا کہ اے میرے پروردگار! اگر آپ مجھے دوزخ میں ہی بھیجدیں تو

شاید یہ صورت میرے حق میں سہل تر ہو اس تکلیف کے مقابلہ میں جس کو میں یہاں پا رہا ہوں۔ حالانکہ دوزخ میں جو عذاب شدید رکھا گیا ہے اسکی کیفیت اسکو بخوبی معلوم ہوگی۔"

پسینہ کا سبب آفتاب کی قربت

کفار پسینہ میں اس درجہ شرابور ہونے کا سبب کیا ہے؟ اس کو حضرت مقداد بن اسودؓ کی اس حدیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے وہ فرماتے ہیں:۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تدنو الشمس یوم القیامۃ من الخلق حتی یکون منہم مقدار میل۔ (مسلم شریف) میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن آفتاب مخلوقات سے اتنا قریب ہو جائیگا کہ ان دونوں میں صرف ایک میل کی مسافت رہ گئی ہے۔" بحالت موجودہ جب کہ آفتاب ہم سے کروڑوں میل دور ہے تو اس کی تمازت خصوصاً موسم گرما میں اتنی ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ غور کیجئے کہ جب وہ ایک میل کے فاصلہ پر آجائے تو کیا حالت ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ پسینے میں لوگ اتنے بھر جائینگے۔ اور اسکی ایسی شدت محسوس کرکے دوزخ میں ڈال دئے جانے ہی کو نجات سمجھیں گے۔

پسینے کی کمی زیادتی بدعملی کے اعتبار سے

اس حدیث شریف کے راوی سلیم بن عامرؒ فرماتے ہیں:۔ فو اللہ ما ادری مایعنی بالمیل امسافۃ العرض ام المیل الذی یکحل بہ العین فیکون الناس علی قدر اعمالہم فی العرق فمنہم من یکون الی کعبیہ

ومنھم من یکون الی رکبتیہ ومنھم من یکون الی حقوتہ ومنھم من یلجمہ العرق لجاما واشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہٖ الی فیہ ۔ (مسلم شریف) پھر تو خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ یہاں میل سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ میل جس سے زمین کی مسافت دریافت کی جاتی ہے یا وہ سلائی جس کو (سرمہ لگانے کیلئے) آنکھوں میں پھرایا جاتا ہے (کیوں کہ "سلائی" کو بھی عربی میں میل کہتے ہیں)"۔ (پھر حضور اکرمؐ نے فرمایا) لوگوں کا پسینہ ان کے برے اعمال کے اعتبار سے کم زیادہ ہوگا۔ کوئی پسینہ میں اپنے ٹخنوں تک ڈوبا ہوا ہوگا۔ کوئی اپنے گھٹنوں تک، کوئی اپنی کمر تک، اور کوئی اپنے لگاموں تک۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضور نے آخری کلمہ ارشاد فرمایا یعنی کسی کا پسینہ اس کے لگاموں تک ہوگا تو اپنے دست مبارک سے اپنے دہن شریف کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا"۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے (امام احمدؒ طبرانیؒ ابن حبان حاکم بروایت صحیحۃ بیہقی) حضرت ابو امامہ باہلیؓ کی روایت میں اتنا اور اضافہ ہے:۔

ویزاد فی حرّھا کذا وکذا تغلی منھا الھوام کما تغلی القدور (امام احمدؒ طبرانیؒ)

اور اس کی حرارت اور تپش اتنی زیادہ ہوگی کہ اس کی وجہ سے سر میں کا بھیجا جوش کھاتا رہیگا جیسا کہ ہانڈی جوش کھاتی رہتی ہے"۔

قیامت کا دن موت سے بھی سخت تر ہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ر

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لم یلق ابن آدم شیئا منذ خلق اللّٰہ اشد علیہ من الموت وھو اھون مما بعدہ وانھم لیلقون من ھول ذلك الیوم شدۃ حتی یلجمھم حتی ان السفن لو اجریت لجرت۔ (امام احمدؒ، طبرانی بسند جید) ابن آدم کو اللہ سبحانہ نے جب سے پیدا کیا ہے کسی ایسی چیز سے کبھی سابقہ ہی نہیں پڑا کہ وہ چیز اسکے حق میں موت سے بھی سخت تر ہو۔ لیکن موت کے بعد اس کو ایسی ایسی چیزوں سے سابقہ رہیگا کہ ان کے مقابلے میں موت بھی حقیر سمجھی جائیگی۔ اس دن لوگ اتنی شدت محسوس کریں گے کہ پسینہ ان کے منہ تک آئیگا۔ اور اس درجہ ہوگا کہ اگر اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو وہ بھی اس میں رواں ہو سکیں گی۔"

قیامت میں اہل ایمان کا اعزاز

حضرت ابن عمروؓ فرماتے ہیں: یشتد کرب ذلك الیوم حتی یلجمھم الکافر العرق قبل الحساب قیل لہ فاین المومن قال علی کراسی من ذھب ویظل علیھم الغمام۔ (بیہقی) اس دن کی سختی اتنی شدت اختیار کرجائیگی کہ حساب لینے سے پیشتر ہی ایک ایک کافر اپنے پسینے میں منہ تک ڈوبا ہوا ہوگا۔ یہ سن کر لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ پھر اہل ایمان کہاں ہوں گے؟ تو فرمایا مومنین طلائی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان پر ابر رحمت سایہ فگن ہوگا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس مضمون کی روایات آئی ہیں۔

دوسرا اعزاز عریانی سے محفوظ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں:۔ تدنی الشمس من رؤس الخلائق یوم القیامۃ قاب قوسین ویعطی حر عشر سنین ولیس احد من الناس علیہ یومئذ صحرۃ الی خرقۃ ولا یری عورۃ مؤمن ولا مؤمنۃ ولا یجد حرھا مؤمن ولا مؤمنۃ واما الکافر فیطبخھم طبخاً حتی یسمع لاجوافھم عق عق۔ (ہناد؛ ابن المبارک) قیامت کے دن آفتاب، لوگوں کے سروں سے دو کمانوں کی مقدار قریب کیا جائیگا۔ اور اس میں دس سال کی تپش اور حرارت ڈالدی جائیگی اس دن لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے بدن پر کپڑے کی ایک دھجی بھی ہو (یہ کافروں کے حق میں ہوگا۔) کسی مرد مومن یا کسی ایمان دار عورت کا قابل ستر حصہ دکھائی نہ دیگا۔ اور آفتاب کی گرمی یا تپش کسی مسلمان مرد یا عورت پر اثر انداز نہ ہوگی۔ رہا کافر وہ تو تمام کے تمام خوب پکتے رہیں گے، اتنا کہ پکنے کی آواز ان کے پیٹ سے عق عق (کھت کھت) آتی رہیگی۔ اللھم احفظنا آمین بجاہ سید المرسلینؐ۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ 83-7 83-8
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ 83-9 83-10
بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى 83-11 83-12
عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ ایسا نہ کرنا چاہئے بے شک 83-13

ے السجّین مشتقّ من السّجن بمعنی الحبسُ فی القاموس السجّین کا لسکّین الحبس الدائم الشدید قال الاخفش فعّیل من السجن کما یقال فِسّیق و شرّیب معناہ لفی حبس شدید وقال عکرمۃ لفی سجّین ای فی خسار و ضلال لما کان کتاب الفجّار ای ما فی الکتاب من الاعمال موجبا لکونہم فی الحبس والخسار والضلال اسند ذلک الی الکفّار مجازا۔ (مظہری) سجّین سجن سے مشتق ہے جس کے معنی قید کے ہیں۔ قاموس میں ہے: سجّین بروزن سکّین دائمی قید بامشقت۔ اخفش نے کہا یہ لفظ سجن سے بنا ہے فِعّیل کے وزن پر جیسے کہا جاتا ہے فسّیق پرلے درجہ کا فاسق، شرّیب بڑا پیوٹ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ فجار سخت قید میں ہوں گے۔ اور عکرمہ نے کہا کہ لفی سجین کے معنی یہ ہیں کہ فجار سخت گھاٹے اور گمراہی میں ہوں گے۔ کیونکہ اعمال نامہ میں ان کے جو اعمال درج ہوں گے چونکہ ان کے قید میں ہونے اور سخت گھاٹے اور گمراہی میں

اعمال نامہ گنہ گاروں کا سجّین میں ہے، تمھیں کیا معلوم کہ کیا ہے سجّین؟ ایک دفتر ہے لکھا ہوا، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی، جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے دن کو، اور اس کو جھٹلاتا ہے وہی جو بڑھ چڑھنے والا گنہگار ہے، جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں تو کہتا ہے یہ تو صرف نقلیں ہیں اگلوں کی۔"

تفسیر آیات یعنی یہ خیال کہ انسان دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر رب العالمین کے حضور میں حساب دینے کے لئے کھڑا نہ ہوگا ایسا خیال نہ کرنا چاہیئے بلکہ ضرور اس کو کھڑا ہونا اور عمر بھر کا حساب دینا ہوگا اور اسی ضمن میں اس نے کسی کی حق تلفی کی تھی مثلاً ماپ تول میں یا گز گنتی کے ناپ میں کمی کی تھی تو اس کا حساب بھی دینا اور اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے دار آخرت میں فجار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہونے کا باعث ہوں گے اس لئے اس کی نسبت کفار ہی کی طرف مجازاً فرمائی گئی ہے"۔ راغب لکھتے ہیں:۔ والسجین اسم لجهنم بازاء علیین وزید لفظه تنبیها علی زیادة معناه وقیل هو اسم للارض السابعة۔ (مفردات) سجّین دوزخ کا ایک نام ہے علیین کے مقابلہ میں۔ اس میں زیادتی لفظ زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سجّین زمین کے ساتویں طبقہ کا نام ہے"۔

اور ابرار دونوں فریق کے اعمال نامے لکھ رکھے اور ان کو متعلقہ دفاتر میں محفوظ کر رکھا ہے
چنانچہ کتاب الفجار یعنی کافروں کے اعمال نامے ان کے متعلقہ دفتر میں محفوظ ہیں جس کا
نام "سجّین" ہے۔ اے مخاطب! تجھے کچھ معلوم ہے کہ سجّین کیا ہے؟ لکھا ہوا دفتر
ہے جس میں تمام اعمال ناموں کا اتار لے لیا گیا ہے اور ہر ایک کی مثل مرتب کر کے اصل
نامۂ اعمال کے ساتھ محفوظ کی گئی ہے۔ اس وقت تو وفات پائے ہوئے لوگوں کے
اعمال نامے اور ان کی اشلہ متعلقہ بند اور محافظ خانے میں داخل دفتر کر دی گئی ہیں
جب یہ لوگ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور رب العالمین کے حضور میں
پیش کئے جائیں گے تو محافظ خانہ کھولا جائے گا اور ہر ایک کا مواد اشلہ متعلقہ
سے برآمد کیا جائے گا۔

ویل یومئذ کی تفسیر | وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ اس دن اس انتظام
کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی"۔ کیونکہ ان کو اس کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے
من مانے کام کرتے رہے۔ نہ کتاب اللہ کو اللہ کی کتاب سمجھا اور نہ پیغمبروں کو اللہ
کے بھیجے ہوئے رسول مانا۔ بلکہ ان کا یقین کرنے اور ان پر ایمان لانے کی جگہ ان کو
جھٹلاتے رہے۔ جب یہ حالت تھی تو اپنے اعمال کا جائزہ کب لیا گیا اور ان کے اصلاح
کی کونسی فکر کی گئی۔ ساری زندگی اسی تکذیب۔ استہزاء تمسخر میں گزری۔ اسی حالت میں

جب بیدار ہوئے تو میدان محشر سامنے تھا۔ اب سوائے کف افسوس ملنے کے چارۂ کار اور کیا ہے؟ اور وقت گزر جانے کے بعد افسوس سے کیا فائدہ ہے؟ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اس دن مکذبین کی بڑی خرابی ہے۔

مکذبین کون ہیں؟ یہ مکذبین ہیں کون؟ تو ارشاد ہو رہا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ وَمَا یُکَذِّبُ بِہٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ۔ یہ وہی لوگ ہیں جو یوم الدین یعنی یوم الجزاء کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ اور تکذیب سوجھتی ہے اسی کو جو شرارت میں حد سے بڑھا ہوا اور سرتاپا گناہوں میں گرفتار ہو۔ یوم الدین کا یقین نہ ہونے کے باعث نہ تو وہ ماپ تول کے معمولی گناہ سے چوکتا ہے اور نہ بڑے بڑے گناہ سے اور نہ اپنے خالق اور منعم کا حق مانتا ہے۔ نہ اس کی کتابوں کو تسلیم کرتا ہے اور نہ اسکے رسولوں پر ایمان لاتا۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر جب اس کی کتابوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تو کمال بے پرواہی اور حد درجہ کی ڈھٹائی سے کہتا ہے یہ تو وہی اگلے لوگوں کی حکایتیں اور نقلیں ہیں۔ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہیں عاد و ثمود کے قصے ہیں اور کہیں لوطؑ و شعیبؑ کی کہانیاں ہیں۔ جن کو سنتے سنتے ہمارے کان بہرے ہو چکے ہیں اب یہ تمام پارینہ نقلیں ختم کر دیجئے۔

ارواح کفار سے آسمان و زمین کی بیزاری حضرت ابن عباسؓ نے عالم یہود

حضرت کعب احبار سے آیۂ کریمہ ان کتاب الفجار لفی سجین کی تفسیر دریافت کی

تو انھوں نے فرمایا:۔ ان روح الفاجر یصعد بھا الی السماء فتأبی السماء

ان تقبلھا فیھبط بھا الی الارض فتابی الارض ان تقبلھا فیدخل بھا

تحت سبع ارضین حتی ینتھی بھا الی السجین وھو خد ابلیس فیخرج

لھا من تحت خد ابلیس کتابا فیختم ویوضع تحت خد ابلیس لھلاکہ

للحساب فذلك قوله تعالی وما ادراك ما سجین کتاب مرقوم۔

(ابن المبارک، عبد بن حمید، ابن المنذر) کافر بدکار کی روح کو آسمان پر چڑھایا جاتا ہے تو

آسمان اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے پھر اس کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے تو

زمین بھی اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ پھر اس کو سات طبق زمین کے نیچے

لیجا کر اس کے نچلے حصے میں جہاں سجین ہے پہنچا دیا جاتا ہے جو ابلیس کی خوابگاہ ہے

پھر ابلیس کے رخسار کے نیچے سے ایک تحریر نکال کر اس پر مہر لگا دی جاتی اور اس کو

ابلیس کے رخسار کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے تاکہ یوم الحساب میں اس شخص کی تباہی و بربادی کا

سامان فراہم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ وما ادراك ما سجین کتاب مرقوم کا

مطلب یہی ہے"

سجین کی تفسیر حضرت محمد بن کعبؓ فرماتے ہیں:۔ قد رقم اللہ علی الفجّار

ماھم عاملون فی سجین فھو اسفل والفجار منتھون الی مارقم اللہ علیھم

(سعید بن منصور، ابن المنذر) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے (اپنے علم ازلی کی بنا پر فجار کے متعلق

سجین (دفتر اعمال) میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے جو وہ (دار دنیا میں) کرنے والے تھے

پس سجین سب سے نچلا مقام ہے اور فجار اللہ سبحانہ کے لکھے کے پاس آ کر رک جاتے

ہیں "یعنی ان کا عمل اس سے آگے بڑھنے نہیں پاتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور

انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔ الفلق جب فی جھنم مغطی واما سجین

فمفتوح ۔ (ابن جریر) فلق نامی جہنم میں ایک بڑی باؤلی ہے جس کا دہانہ ڈھکا ہوا ہے

رہا سجین (وہ بھی ایک بڑی باؤلی کا نام ہے (جو جہنم میں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ)

اس کا دہانہ کھلا ہوا ہے "حضرت مجاہدؒ نے ارشاد باری کلا ان کتاب الفجار

لفی سجین کی تفسیر میں فرمایا: ۔ تحت الارض السفلی فیھا ارواح الکفار واعمالھم

اعمال السوء (عبد بن حمید) سجین صخرۃ تحت الارض السابعۃ فی جھنم

تقلب کتاب الفجار تحتھا ۔ (ابو الشیخ، محاملی) سجین سب سے نچلی زمین میں ہے

جہاں کافروں کی روحیں اور ان کے اعمال جو درحقیقت برے اعمال ہیں رکھے

جاتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سجین دوزخ میں پتھر کی ایک چٹان ہے جو ساتویں

زمین کے نیچے واقع ہے۔ (جب کوئی کافر مرتا ہے تو) اس چٹان کو اٹھایا جاتا اور

اس کا اعمال نامہ اس کے نیچے رکھا جاتا ہے۔" حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں:۔ حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الملك یرفع العمل للعبد یری ان فی ید یه سرورا حتی ینتھی الی المیقات الذی وصفه اللہ له فیضع العمل فیه فینادیه الجبار من فوقه ارم بما معك فی سجین وسجین الارض السابعة فیقول الملك ما رفعت الیك الا حقا فیقول صدقت ارم بما معك فی سجین۔ (ابن مردویہ) فرشتہ بندے کے عمل کو اٹھا لیجاتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ موجب مسرت ہے۔ تاآنکہ وہ اس حد پر آکر رک جاتا ہے جس کو اللہ سبحانہ نے اسے بتلا دیا ہے اور اس عمل کو وہ وہاں رکھ دیتا ہے۔ اتنے میں صدر سے جبار تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارے ساتھ جو کچھ ہے اس کو سجین میں پھینکدو۔ سجین ساتویں زمین پر ہے۔ اس پر فرشتہ عرض کرتا ہے کہ میں جو کچھ اٹھا لایا ہوں وہ حقیقت نفس الامری ہے۔ اس پر ارشادِ باری ہوتا ہے کہ تم سچ کہتے ہو اس کو سجین میں پھینک دو۔"

ارواح المومنین کی آزادی عبداللہ بن کعب بن مالکؓ کہتے ہیں:۔ لما حضرت کعبا الوفاة اتته ام بشر بنت البراء فقالت ان لقیت ابنی فاقرئه منی السلام فقال لها غفر اللہ لك یا ام بشر نحن اشغل من ذلك

فقالت اما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول انّ نسمۃ المؤمن تسرح فی الجنّۃ حیث شآءت وانّ نسمۃ الکافر فی سجّین قال بلیٰ فھو ذلك

(عبد بن حمید، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی) جب (میرے والد ماجد) کعب بن مالکؓ کی وفات ہونے لگی تو ان کے پاس حضرت براء بن عازبؓ کی دختر ام بشرؓ آئیں اور فرمائش کی کہ اگر میرے (مرحوم) بیٹے سے آپ کی ملاقات ہو جائے تو اس کو میرا سلام پہنچا دیجئے کعبؓ نے کہا:۔ اے اُمِ بشرؓ! اللہ سبحانہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ ہم تو اُن سے نیچے کے درجہ میں ہوں گے (پھر ملاقات کی کیا صورت؟) اُمِ بشرؓ نے کہا کیا آپ نے حضرت رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سُنا' آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کی روح جنت میں رہتی ہے اور وہ جہاں چاہے سیر کرتی رہتی ہے۔ البتہ کافر کی روح سجّین (قید خانہ) میں محبوس رہتی ہے" یہ سُنکر کعب نے کہا کیوں نہیں؟ (ایسا سنا تو ہے۔) اس پر اُم بشرؓ نے کہا بس تو ہمارا سلام پہنچا دیجئے"

سلمانؓ اور ابن سلامؓ کا معاہدہ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں:۔

التقی سلمان وعبد اللّٰہ بن سلام فقال احدھما لصاحبہ ان متّ قبلی فالقنی فاخبرنی بما صنع ربك بك وان اقامتُ قبلك لقیتك فاخبرتك فقال عبد اللّٰہ کیف یکون ھذا قال نعم ان ارواح المؤمنین

تکون فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین۔

(ابن المبارک) حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی ملاقات ہوئی تو ان دونوں میں سے ایک (سلمان فارسیؓ) نے اپنے رفیق (عبداللہ بن سلامؓ) سے کہا کہ اگر آپ کی وفات مجھ سے پہلے ہوجائے تو آپ مجھ سے ملیں اور آپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ جو سلوک فرمایا اس کی مجھے خبر دے دیں۔ اور اگر میں آپ سے پہلے انتقال کرجاؤں تو میں آپ سے مل کر خبر دے دوں گا۔ اس پر عبداللہؓ نے کہا کہ یہ کیونکر ہوسکیگا؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہاں ہاں ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ اہل ایمان کی روحیں عالم برزخ میں ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔ البتہ کافر کی روح سجین میں محبوس رہتی ہے۔"

طلبہ علوم عربیہ سے خطاب

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ۔ اور اے مخاطب! تجھے کیا خبر کہ سجین کیا ہے۔" راغب کہتے ہیں:۔

وقد قیل ان کل شیئ ذکرہ اللہ تعالیٰ بقولہ وما ادراک فسرہ وکل ما ذکر بقولہ وما یدریک ترکہ مبھما وفی ھذا الموضع ذکر وما ادراک وکذا فی قولہ وما ادراک ما علیون ثم فسر الکتاب لا السجین والعلیین

(مفردات) ایسا کہا گیا ہے کہ جس جس چیز کے بیان میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے وما ادراک

فرمایا ہے تو ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی فرمادی ہے اور جہاں کہیں وما یدریك (بصیغۂ مضارع) فرمایا ہے اس کو یوں ہی مبہم چھوڑ دیا گیا ہے (اس کی تفسیر نہیں فرمائی گئی) چنانچہ یہاں کتاب الفجار کے سلسلے میں وما ادرٰلك فرمایا۔ اسی طرح کتاب الابرار کے سلسلے میں بھی آگے وما ادرٰلك آرہا ہے۔ پھر ساتھ ہی ہر ایک کتاب (کتاب الفجار اور کتاب الابرار) کی تفسیر بھی بیان فرمادی ہے وما ادرٰلك سے سجین اور علیین کی تفسیر بیان نہیں فرمائی گئی۔"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ علامہ راغب نے جو کلیہ یہاں بیان فرمایا ہے وہ لغت اور محاورے کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ یہ کلیہ استقرائیہ ہے یعنی پورے قرآن کریم کا مطالعہ کرلیا جائے کہ اس میں کسی چیز کی نسبت جہاں کہیں وما ادرٰلك آیا ہے اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی فرمادی گئی ہے جیسے الحاقة ما الحاقة وما ادرٰلك ما الحاقة کذبت ثمود وعاد بالقارعة۔ اسی طرح القارعة ما القارعة وما ادرٰلك ما القارعة یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ اور وما یدریك بصیغۂ مضارع جہاں کہیں آیا ہے وہاں اس کی تفسیر بیان نہیں فرمائی گئی۔ جیسے عبس وتولّٰی ان جاءہ الاعمٰی وما یدریك لعله یزکّٰی۔ یہاں وما یدریك کے ذریعہ صرف استفہام فرمایا گیا ہے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ بلکہ

اس کو مخاطب پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ سیاق و سباق اور قرائن کی مدد سے سمجھ لے۔ بیان کی حاجت نہیں۔ بہرحال یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

کتاب مرقوم کی تفسیر | کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ۔ کتاب الفجار جو سجین میں محبوس و مقید ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اعمال ناموں کا ایک دفتر ہے جس میں روزانہ کے کئے ہوئے اعمال کے اوراق اور اس کی فردیں جمع کرکے اس کی کتاب بنائی گئی ہے پھر اس کا اتارا صدر کتابچہ میں لے لیا گیا ہے پھر اصل اعمال نامے کو دفتر میں محفوظ کردیا گیا ہے۔ جب قیامت کا دن آئیگا تو تمام اعمال نامے نکالے جائینگے اور صدر رجسٹر سے اس کی مطابقت کی جائے گی۔ پھر اصل اعمال نامے متعلقہ اشخاص کو ایک ایک کرکے دئے جائیں گے کہ اس کو پڑھو اس میں کیا لکھا ہے۔ جس میں پوری زندگی کا کچا چٹھا درج ہے۔ اس طرح ہر ہر کافر فاجر سے کہا جائیگا۔

یوم الدین کو جھٹلانے والوں کی گت | وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی جو تکذیب کرتے ہیں انصاف کے دن کی "یہ ایک بدیہی بات ہے کہ خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا اور تمام کائنات کو اس کا مسخر اور تابع فرمان بنایا اور نظام عالم قائم فرمایا تاکہ انسان اس کے حکم کے مطابق تصرفات کرکے اپنے خالق منعم کی

خوشنودی حاصل کرے۔ اب اگر کوئی ایسا ہے کہ کائنات میں من مانے تصرفات تو کر رہا ہے لیکن نہ اپنے خالق کو جانتا اور نہ اس کی نعمتوں کا حق مانتا۔ اور اودھا دھند زندگی گزا رہا ہے تو اس کا اللہ سبحانہ کے ہاں کیا مقام ہوگا؟ سمجھ لیجئے۔ یہاں اسی کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ انصاف کے دن کو مانتے ہی نہیں۔ جب وہ دن آجائے گا تو انکی کیا کچھ گت نہ بنے گی؟

حدود اللہ کو توڑنے والوں کی مذمت

وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ یوم الجزا

کا آنا بالکل کھلی ہوئی بات ہے کیونکہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ امتحان لیا جائے اور اس کا کوئی ثمرہ نہ ملے تو امتحان کی اہمیت ہی کیا رہی؟ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ یوم الدین کو جھٹلانا کسی بھلے مانس شریف النفس کا کام تو نہیں ہو سکتا۔ ضرور کوئی شخص ایسا ہوگا جو انسانیت کے حدود کو توڑ کر باہر نکل گیا ہو۔ اگر معمولی سمجھ بوجھ سے کام لیا جاتا تو یوم الدین کی واقعیت اس کے ذہن نشین ہو سکتی تھی۔ لیکن جو شخص معمولی عقل و فہم سے بھی محروم ہو تو وہ غور و فکر کیا کریگا۔ اس کی قوت نظریہ ہی معطل رہ چکی ہے اور جب یہ مادہ اس میں نہ رہا تو اس کی قوت عملیہ بھی بیکار سی ہو جائے گی اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ طاعات و عبادات کی جگہ معاصی اور آثام میں گرفتار رہے

ان حالات میں اگر کوئی نیک نفس انسان اس کو سمجھانے کی کوشش کرے تو اس کی یہ سعی بھی لاحاصل ہوکر رہیگی۔ سب کچھ سن کر وہ یہی کہیگا کہ یہ تو اگلے لوگوں کی حکایتیں اور نقلیں ہیں، ایسی نقلیں ہم بہت کچھ سن چکے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا: ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ 83- 83-
عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ 83-
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ نہیں نہیں بلکہ زنگ 83-

۸۳ (آیات ۱۴ تا ۱۷)

ع الرین الغلبۃ یقال ران الخمر علی قلبہ اذا غلب علیہ سکرہ (مظہری) رین کے معنی غلبہ کے ہیں چنانچہ ران الخمر علی قلبہ کہا جاتا ہے جبکہ شراب کا نشہ کسی پر غالب ہوجائے“ علامہ راغب لکھتے ہیں:۔ الرین صدأ یعلو الشیٔ الجلیل قال بل ران علی قلوبھم ای صار ذٰلک کصدأ علی جلاء قلوبھم فعمی علیھم معرفۃ الخیر من الشر (مفردات) رین ایک طرح کا زنگ ہے جو کسی عمدہ چیز پر چڑھ جاتا ہے ارشاد باری ہے:۔ بل ران علی قلوبھم۔ بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے“ یعنی ایسی حالت ہوگئی ہے گویا کہ ان کے دلوں کے صیقل اور جلاء پر زنگ آگیا ہے جس کے باعث ان کے دل اندھے ہوگئے ہیں کہ بھلے اور برے کی تمیز ان سے جاتی رہی“

چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے' یقیناً وہ اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اس دن روک دئے جائیں گے' پھر بے شک وہ ضرور داخل ہوں گے دوزخ میں' پھر کہا جائیگا یہ وہی ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔"

وان علی قلوبھم کی تفسیر یعنی یہ لوگ ہماری آیات کا اس طرح مذاق اڑا رہے ہیں اور ہمارے کلام کو اساطیر الاولین کہہ رہے ہیں درحالیکہ ان آیات کریمہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اس کو سن کر یہ جواب دیا جائے بلکہ واقعہ نفس الامری یہ ہے کہ ان کے کفر اور بدعملی کی تاریکیوں کا زنگ ان کے دلوں پر چڑھ گیا ہے جس کے باعث اپنے دل کی تاریکی تو ان کو نظر نہیں آتی اور اُلٹے ہماری آیات کو ایسا الزام دینا چاہتے ہیں۔ آئینہ قلب اگر اپنی اصلی حالت پر صاف شفاف رہتا تو ہر چیز اس کی اصلی صورت پر دکھائی دیتی۔ ان کا دل ہی سیاہ ہو گیا ہے اب اس سیاہ آئینہ سے جو چیز بھی دیکھی جائیگی سیاہ دکھائی دیگی۔ یہ قصور دکھائی دینے والی کا اشیاء کا نہیں بلکہ دیکھنے کے آلہ کا ہے۔ مگر ان کور باطن اور دل کے اندھوں کو کون سمجھائے؟ ؎

چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

رین کی تفسیر حدیث شریف سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ انّ العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب و نزع واستغفر صقل قلبہ وان عاد زادت حتیٰ تعلو قلبہ فذلك الران الذی ذکرا اللہ فی القرآن کلّا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ (امام احمدؒ، عبدبن حمیدؒ حاکم و ترمذی بروایت صحیحہ نسائیؒ ابن ماجہ ابن جریرؒ ابن حبانؒ ابن المنذرؒ ابن مردویہؒ بیہقی) یقین جانو کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑجاتا ہے۔ پھر اگر اس نے توبہ کرلی اور اس معصیت سے علیحدہ ہوگیا ہے اور مغفرت کی درخواست کی تو اس کا دل (پہلے کی طرح) صاف صیقل شدہ ہوجاتا ہے۔ اور اگر (توبہ نہ کرکے) پھر گناہ کا رخ کیا تو اس کے دل کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ (اب یہ گناہوں میں منہمک رہتا ہے اور اس کی سیاہی پھیلتی جاتی ہے) تا آنکہ اس کے پورے قلب پر سیاہی چھاجاتی ہے۔ بس یہی وہ ران یعنی زنگ اور سیاہی ہے جس کا اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ بات وہ نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں بلکہ انکے بُرے اعمال کی شامت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔

دوسری تفسیر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:۔ القلب ھکذا مثل الکفّ فیذنب الذنب فینقبض منہ ثم یذنب الذنب فینقبض منہ حتی یختم علیہ

فیسمع الخیر فلا یجد مساغا (فریابی، بیہقی) دل (کی اصلی حالت) ہتیلی کی طرح ہے (جو کھلی ہوئی ہے۔ دل بھی اسی طرح منشرح ہے) پھر بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ منقبض ہو کر سکڑ جاتا ہے۔ پھر وہ شخص گناہ کرتا جاتا ہے تو اس کا دل سکڑتا جاتا ہے (اور دل کا انشراح جاتا رہتا ہے۔) تاآنکہ اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ کوئی اچھی بات سنتا ہے تو (کانوں کی راہ سے وہ بات دل کی سمت رواں تو ہوتی ہے لیکن) دل میں اترنے کی اس کو کوئی راہ نہیں ملتی "کیونکہ وہاں تو مہر لگ چکی ہے۔ حضرت مجاہدؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ سے بھی "رین" کے معنی مُہر کے منقول ہیں۔ (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم)۔

حضور انور کی پیشین گوئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ لن تنفکوا بخیر ما استغنی اھل بدوکم عن اھل حضرکم ولیسوقنّھم السنون والسنات حتی یکونوا معکم فی الدیار ولا تمتنعوا منھم لکثرۃ من یسیر علیکم منھم قال یقولون منا الما جعنا وشبعتم وطالما شقینا ونعمتم فواسونا الیوم ولتستعلین بکم الارض حتی یغیظ اھل حضرکم اھل بدوکم ولتمیلنّ بکم الارض میلۃ یھلک فیھا من ھلک ویبقی من بقی حتی تعتق الرقاب۔ تم خیر سے کبھی

علیحدہ نہ رہو گے (بھلائی تمہارے ساتھ رہیگی) جب تک کہ تمہارے بادیہ نشیں، تمہارے شہریوں سے بے نیاز رہیں۔ پھر قحط سالی اور گردش ایام ان کو کھینچ لائیگی تا آنکہ وہ بھی تمہارے ساتھ شہروں کا رخ کریں گے۔ اب ان کی کثرت آمد سے تم ملول نہ ہوں کیونکہ وہ کہیں گے ہم بھوکے رہے اور تم شکم سیر تھے۔ اور بسا اوقات ہم مشقت میں گزارتے رہے اور تم ناز و نعم میں مزے اڑاتے رہے۔ آج ہماری غمخواری کرو۔ اب ہم اس زمین پر تمہاری امداد و اعانت کے طالب ہیں۔ (وہ اپنے مطالبے کرتے جائینگے) تا آنکہ شہری لوگ، بادیہ نشینوں سے جلتے رہیں گے۔ (جب یہ نوبت انتہا کو پہنچ جائیگی تو) اہل زمین تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ (جس کے نتیجہ میں) ہلاک ہونے والے ہلاک ہو جائیں گے اور باقی رہنے والے باقی رہ جائیں گے۔ تاکہ ان کی گردنیں تمہاری اطاعت سے آزاد ہو جائیں"۔

دیہاتیوں اور شہریوں کی جنگ

ثم تھدأ بکم الارض بعد ذلك حتی یندم المحتقون ثم تمیل بکم الارض میلۃ اخری فیھلك فیھا من ھلك و یبقی من بقی یقولون ربنا نعتق ربنا نعتق۔ فیکذبھم اللہ کذبتم کذبتم انا اعتق۔ پھر زمین پر سکون ہو جائیگا۔ تا آنکہ آزادی حاصل کرنے والے (اپنے کئے پر) پشیمان ہو جائیں گے۔ (با ایں ہمہ) پھر اہل زمین تم پر

ٹوٹ پڑیں گے جس کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رہنے والے رہ جائیں گے۔ اب (رہنے والے) کہیں گے، اے ہمارے پروردگار! ہم ان کو بالکلیہ آزاد کر دیتے ہیں۔ اے پروردگار! اب ہم ان کو پوری پوری آزادی دے دیتے ہیں۔ لیکن اللہ سبحانہ ان کی تکذیب فرمائیگا ارشاد باری ہوگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ یہ وعدۂ آزادی سراسر غلط ہے۔ ان کو ہم ہی آزاد کر دیں گے۔"

پسماندہ امتِ مرحومہ کے احوال

قال ولیبتلین اخریات ھذہ الامۃ بالرجف فان تابوا تاب اللہ علیہم وان عادوا عاد اللہ علیہم الرجف والقذف والخذف والمسخ والخسف والصواعق فاذا قیل ھلک الناس ھلک الناس ھلک الناس فقد ھلکوا ولن یعذب اللہ امۃ حتی تعذر قالوا وما عذرھا قال یعترفون بالذنوب ولا یتوبون ولتطمئن القلوب بما فیھا من برھا وفجورھا کما تطمئن الشجرۃ بما فیھا حتی لا یستطیع محسن یزداد حسنا ولا یستطیع مسیٔ استعتابا قال اللہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ (نعیم بن حماد، حاکم بروایت صحیحہ)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس امت کے آخری حصے زلزلوں میں مبتلا ہوں گے پھر اگر وہ توبہ کر لیں تو اللہ سبحانہ ان کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔ اور اگر وہ اپنی پچھلی عادت

کی طرف لوٹ جائیں تو اللہ سبحانہ بھی ان پر زلزلہ، پتھراؤ، سنگباری اور مسخ اور زمین میں دھنسا دینا اور بجلی گرا دینا شروع فرمائیگا پھر جب یوں کہا جانے لگا کہ لوگ ہلاک ہو گئے لوگ برباد ہو گئے، لوگ تباہ ہو گئے تو یہ سمجھو کہ وہ واقعی ہلاک و برباد ہو گئے۔ نیز اللہ سبحانہ کسی امت کو عذاب میں ہرگز گرفتار نہیں کرتا تا آنکہ وہ عذر خواہی پر نہ اتر آئیں۔ عرض کیا گیا کہ اس امت کی عذر خواہی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ گناہوں کا اعتراف تو کرتے جائیں گے مگر توبہ نہ کریں گے۔ اور ان میں جو کچھ صفت اچھی یا بری نیکی یا بدی کی ہو ان کے دل اسی پر جمے رہیں گے جیسے کوئی درخت اپنی موجودہ حالت پر کھڑا رہتا ہے کوئی نیکو کار اپنی نیکی پر کچھ اضافہ نہ کر سکیگا اور نہ کوئی بدکار عتاب الٰہی کا اندیشہ کریگا اللہ سبحانہ کا ارشاد بھی یہی ہو رہا ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

دلوں کے زنگ کے نتائج

عزیزو! حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئیاں ہیں مگر غور کرو تو معلوم ہو گا کہ انقلابات جو آتے ہیں ان کے اسباب و علل پر اس حدیث شریف میں جو روشنی ڈالی گئی ہے وہ حرف بہ حرف صادق ہے۔ ماپ تول میں کمی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے اور آخر کار پوری قوم پر تباہی آتی ہے۔ آپکو معلوم ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی اسی طرح تباہ و برباد ہوئی تھی۔ اس کے بعد جہاں جہاں

انقلاب آیا ہے آغاز کار یہ خرابی معمولی سی نظر آتی تھی مگر اصلاح کی کوشش نہ کرنے سے شجرہ فساد پھلا پھولا بالآخر تباہی و بربادی کا مہلک ثمرہ سامنے آیا۔ یہ ہیں دلوں پر زنگ چڑھ جانے کے نتائج۔ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔ ونحن علی ذلک من الشاہدین۔

زنگ کا علاج معاصی کی کثرت اور ان میں انہماک سے دلوں پر جو زنگ چڑھ جاتا ہے۔ انسانیت پر یہ ایک نہایت ہی بدنما داغ اور دھبہ ہے۔ یا یہ ایک مہلک روحانی مرض ہے، اگر یہ داغ یا دھبہ ہے تو اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔ یا اس کو مرض قرار دیا جائے تو اس کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ماہرین مخلصین سے رجوع کیا جائے اور ان کے بتائے ہوئے علاج یا تدبیر پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ اطبائے روحانی نے جہاں اس مرض کی تشخیص کی ہے اور اس کے اسباب و علل دریافت کئے ہیں اس کا علاج بھی تجویز فرمایا ہے۔ شکر اللہ سعیہم وکثر امثالہم۔

زنگ کے اقسام حضرت مجاہد فرماتے ہیں: الران ایسر من الطبع والطبع ایسر من الاقفال والاقفال اشد ذلک۔ (ابن جریر بیہقی) زنگ سہل تر ہے مہر کے مقابلہ میں اور مہر بھی قفل لگا دئے جانے کے مقابلے میں آسان تر ہے لیکن قفل لگا دیا جانا ان سب کے مقابلے میں سخت تر ہے" گویا اس مرض کے تین مدارج ہیں۔ اگر یہ

مرض پہلے اور دوسرے درجے میں ہو تو اس کا علاج بھی ہو سکتا ہے لیکن جب وہ ترقی کر کے تیسرے درجے میں پہنچ جائے تو لاعلاج ہو جاتا ہے۔ جیسے امراض جسمانی میں اطبانے مرض دق کے تین درجے قرار دئے ہیں۔ اسی طرح یہ مرض بھی پہلے درجے میں زنگ کی صورت اختیار کرتا ہے اور دوسرا درجہ مہر لگا دئے جانے کا ہے جس کو صاحب اجازت اور با اختیار عہدہ دار توڑ سکتا ہے، لیکن اگر دلوں پر قفل ڈال دیا جائے تو اس کے لئے کنجی کی ضرورت ہے۔ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو۔ اور غیب کی کنجیاں اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے پاس ہیں جن کا اس کے سوا کسی کو پتہ بھی معلوم نہیں" کہ وہ کہاں ہیں؟ یہ اور بات ہے کہ وہی اپنے فضل وکرم نامتناہی سے کھول دے۔ یہ بندے کے بس کی بات نہیں۔ رہی قفل شکنی تو یہ تو بہ یہ تو مجرمین کا کام ہے کیونکہ یہ خود ایک مستقل سنگین جرم ہے اس کے اقدام کی مصلحین اور ایسی پاک ہستیوں سے توقع محال ہے کوشش تو رہی ایک طرف، ان بزرگوں کو اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔

زنگ کا علاج نیکیوں میں حصہ لینا

حضرت ابراہیم تیمیؒ اس زنگ کے علاج کے سلسلے میں فرماتے ہیں: — اذا عمل الرجل الذنب نکت فی قلبه نکتة سوداء ثم یعمل الذنب بعد ذلك فینکت فی قلبه نکتة سوداء ثم کذلك حتی یسود علیه فاذا ارتاح

العبد قال ییسر لہ عمل صالح فیذھب من السواد بعضہ ثم ییسر لہ عمل صالح ایضا فیذھب من السواد بعضہ ثم ییسر لہ ایضا عمل صالح فیذھب من السواد بعضہ ثم کذلک حتی یذھب السواد کلہ (ابن المنذر)

بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ پڑجاتا ہے' اس کے بعد پھر گناہ کرتا ہے تو دوسرا نکتہ پڑتا ہے پھر اسی طرح وہ گناہ کرتا جاتا ہے تو سیاہ ٹپکے پڑتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ پھر جب بندہ گناہوں سے چھٹکارا پاتا ہے تو اس کے لئے عمل صالح آسان ہوجاتا ہے اور اس کی کچھ سیاہی دور ہوجاتی ہے۔ پھر عمل صالح کرتا ہے تو کچھ سیاہی اور دور ہوجاتی ہے۔ پھر اسکے لئے عمل صالح آسان ہوجاتا ہے تو پھر کچھ سیاہی دور ہوتی ہے۔ بس اسی طرح اعمال صالحہ کرتے کرتے اس کی پوری سیاہی جاتی رہتی ہے۔"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ جس طرح گناہ کرنے سے سیاہی پیدا ہوئی تھی! اسی طرح نیک کام کرنے سے سیاہی دور ہوتی ہے۔ یہ علاج' علاج بالضد کے اصول پر مبنی ہے۔ اور یہ طریق علاج چھوٹے چھوٹے گناہوں کی سیاہی دور کرنے کے لئے مفید ہے۔ حدیث شریف ہے:۔ اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا۔ بدی کے بعد نیکی کیا کرو تو یہ نیکی اس برائی کو مٹا دیتی ہے۔" اور ارشاد باری ہے:۔ ان الحسنات

یذھبن السیئات۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں"۔ صغیرہ گناہوں کی حد تک یہ علاج فائدہ مند ہے لیکن کبائر یعنی بڑے گناہوں کی سیاہی اس سے دور نہ ہوگی۔

دوسرا علاج روزہ حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں۔ الران والقسوۃ ھما زماما الغفلۃ فمن تیقظ وتذکر امن القسوۃ والرین ودواؤھما ادمان الصیام فان وجد بعد ذلک قسوۃ ترک الادام۔ دلوں کا زنگ اور دل کی سختی یہ دونوں غفلت کی باگ ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس سے چونک جاتا اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو وہ زنگ اور دل کی سختی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ان دونوں امراض روحانی کا علاج یہ ہے کہ روزے بکثرت رکھا کرے۔ اگر اس پر بھی سنگ دلی دفع نہ ہو تو روزوں کے زمانے میں سالن کا استعمال نہ کرے"۔

کبائر کے زنگ کا علاج توبہ واستغفار اگر کسی کے دل پر کبائر کا زنگ ہے تو اسکو توبہ و استغفار کے بغیر دفع نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو"۔ اور جیسا کہ مشہور ہے:۔ لاصغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار۔ بار بار صغیرہ کرتے رہنے سے وہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) اور استغفار کرنے اور اللہ سبحانہ سے بخشش کی درخواست

کرنے کے بعد کوئی کبیرہ باقی نہیں رہ سکتا، یعنی اس کو صاف کر دیا جاتا اور بخش دیا جاتا ہے۔ کیونکہ توبہ سے جب شرک اور کفر باقی نہیں رہ سکتا تو کبیرہ کہاں رہ سکتا ہے! یہ اور بات ہے کہ جن گناہوں کی شرعاً حد مقرر ہے تو اس کا جاری ہونا ضروری ہے۔ بجز اس کے کہ مجرم ایسی جگہ رہتا ہو جہاں حدود شرعیہ جاری نہ ہوں تو پھر توبہ و استغفار ہی اس کا علاج ہے۔ واللہ اعلم۔

دلوں پر زنگ چڑھنے کے اسباب

حضرت ابو الخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اربع خصال تفسد القلب مجارۃ الاحمق فان جاریتہ کنت مثلہ وان سکتّ عنہ سلمت منہٗ وکثرۃ الذنوب مفسدۃ القلوب وقد قال بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبونٌ والخلوۃ بالنساء والاستمتاع منھنّ والعمل برأیھنّ ومجالسۃ الموتیٰ قیل وما الموتیٰ قال کل غنیّ قد ابطرہ غناؤہ۔ (عبد بن حمید) چار خصلتیں ہیں جن سے دل خراب ہو جاتا ہے۔ احمقوں سے منہ لگانا۔ اگر ان سے منہ لگاؤ گے تو ان کی طرح تم بھی ہو جاؤ گے۔ اور اگر سکوت اختیار کرو گے تو ان کے (شر سے) محفوظ رہو گے۔ اور گناہوں کی کثرت بھی دلوں کو بگاڑ دیتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان (برے)

کاموں کا جن کو وہ کرتے تھے۔ اور عورتوں کے ساتھ تخلیہ کرنے اور ان سے تمتع میں لگے رہنا۔ نیز ان کی رائے پر عمل کرتے رہنا۔ اور مُردوں کی صحبت اختیار کرنا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ مُردوں سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا ہر تونگر جو اپنی تونگری پر نازاں ہو (اس کی صحبت میں رہنا)۔"

لمحجوبون کی تفسیر كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔ یقیناً وہ اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اس دن روک دیے گئے ہیں۔" یعنی یقین جانو کہ جو لوگ دنیا میں ایسے کام کرتے رہے جس سے دلوں پر زنگ چڑھتا تھا تو ان کا قلب صافی زنگ آلود ہو گیا اور اس کی کدورت وظلمت قلب سے قالب تک سرایت کر گئی۔ اب اگر ان پر نور کی تجلی ہو بھی تو اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ تجلی نور کا کوئی اثر ان کے زنگ آلود دل پر ظاہر ہو سکتا ہے ایسی حالت میں جب تجلی الٰہی ہو گی تو وہ اس سے کیا خاک مستفید ہو سکیں گے۔ ان کی بد اعمالی کی ظلمت، حجاب بن کر دیدار الٰہی میں حائل ہو گی۔ غور کرو کہ یہ محرومی کس درجہ کی محرومی ہے؟ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:-

لو علم الزاھدون والعابدون انھم لایرون ربھم لزھقت انفسھم فی الدنیا۔ اگر زاہدوں اور عابدوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو دیدار الٰہی نصیب نہ ہو گا تو دنیا ہی میں ان کی جان نکل جائے گی۔" اور مارے غم کے یہیں ان کا دم

گھٹ جائے گا۔

درجۂ احسان درجۂ احسان جس کا بیان حدیث جبرئیل میں آیا ہے اور جس کا ذکر بارہا موقع بہ موقع آچکا ہے وہ یہ ہے:۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ احسان یہ ہے کہ تم اللہ سبحانہ کی عبادت اس طرح کرتے رہو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو دیکھ نہیں سکتے تو وہ تو (یقیناً ہر وقت تم کو دیکھ رہا ہے تو) عبادت گزاری کی حالت میں بھی وہ تم کو دیکھ رہا ہے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ مومن دیدار الٰہی کا شوق اور اس کی تمنا ابتداء سے اپنے ساتھ لیا ہوا ہے۔ اور یہی اس کی انتہائی آرزو ہے جس کی تکمیل دار آخرت میں ہو رہی ہے۔ وہ دار آخرت جس کی نسبت فرمایا گیا ہے:۔ لھم فیھا مایشآؤن۔ دار آخرت میں مومنین کو وہ سب کچھ میسر ہوگا جس کو وہ چاہیں گے"۔ اور یہ مقام اہل ایمان کو کیوں نصیب نہ ہوگا جبکہ وہ دنیا میں تھے تو وہ اپنی مشیت کو تابع مشیت الٰہی بنائے ہوئے تھے اور اہل ایمان عمر بھر وہی کرتے رہے جو اللہ سبحانہ کی مشیت کے مطابق تھا۔ آج یوم الدین ہے تو ان کو وہ سب کچھ میسر ہے جس کو وہ چاہتے تھے۔ اگر انھوں نے یہاں دیدار الٰہی نہ چاہا جو منتہائے آرزو اور تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ اور اکمل و بہتر نعمت ہے تو پھر کچھ نہ چاہا۔

کفار محجوب اور مومنین مشرف حضرت امام مالکؒ سے آیۂ کریمہ کَلَّآ اِنَّھُمْ

عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:—
لما حجب عنه اعدائہ فلم یروہ تجلّیٰ لاولیائه حتّیٰ راوہ ۔ جب اعداء اللہ اس کے دیدار سے روک دئے گئے جس کی بنا پر وہ اس کو دیکھ نہ سکے تو وہ اپنے دوستوں کے لئے جلوہ گر ہوا تا آنکہ انھوں نے اس کو دیکھ لیا" اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا:—
فی الآیۃ دلالۃ علی ان اولیاء اللہ یرون اللہ ۔ اس آیۂ کریمہ میں اس امر پر رہنمائی فرمائی جارہی ہے کہ اللہ سبحانہ کو اولیاء اللہ ضرور دیکھیں گے" یہ استدلال مفہوم مخالف یا دلیل خطاب کے طور پر ہے کہ کفار کا نہ دیکھ سکنا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل ایمان دیکھ سکیں گے ۔

دیدارِ الٰہی کا ثبوت دیگر آیات سے

عندالاحناف مفہوم مخالف یا دلیل خطاب معتبر نہیں ۔ حضرت امام اعظمؓ کے مسلک کے اعتبار سے کفار کا نہ دیکھ سکنا اہل ایمان کے دیکھ سکنے کو مستلزم نہیں ۔ آیۂ کریمہ سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ کفار نہ دیکھ سکیں گے رہا یہ امر کہ اہل ایمان دیکھ سکیں گے یہ مسکوت عنہ ہے یعنی اس سے سکوت فرمایا گیا ہے ہاں اس کے بعد ایک آیہ کریمہ اور آرہی ہے : اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ یقیناً ابرار (نیک لوگ) بالضرور نعمتوں میں ہوں گے ۔ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے" اس آیہ کریمہ سے اہل ایمان کے لئے دولت دیدار حاصل ہونے کا ثبوت

ملتا ہے۔ نیز اور بھی آیات کریمہ ہیں جن میں اہل ایمان کو دیدار الٰہی نصیب ہونے کی صراحت موجود ہے۔ مثلاً وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ کتنے چہرے اس دن تروتازہ، بارونق، نورانی ہوں گے جو اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوں گے۔"

دیدار الٰہی پر اہل سنت کا اجماع بہرحال اہل ایمان کا دار آخرت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہونا ہم اہل السنۃ والجماعت کا متفق علیہ مسئلہ ہے جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہے عقائد اہل سنت اور علم کلام کی کتابوں میں اس کو معقول و منقول ہر طرح سے ثابت کیا گیا ہے۔ معتزلہ وغیرہ جو اس کے قائل نہیں ان کا مدلل جواب دیا گیا ہے اور ان کے شبہات کا کافی طور پر ازالہ کیا گیا ہے۔ یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ گو طریقۂ استدلال ائمہ دین کا جدا جدا ہے مگر اصل مدعا کہ دار آخرت میں اہل ایمان، دیدار الٰہی سے فائز المرام شادکام ہوں گے اس پر سب کا اجماع ہے۔ اندیشہ ہے کہ معتزلہ وغیرہ جو دیدار الٰہی کے منکر ہیں منکر ہونے کی بنا پر کافروں کی طرح اس نعمت عظمیٰ سے جزءً یا کلاً محروم رکھے جائیں۔ اللہم احفظنا آمین۔

حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں: المحجوبون عن رؤیۃ الرضی فان الشقی یراہ غضبان حین یتجلی فی المحشر قبل دخول الناس الجنۃ۔ کفار دیدار الٰہی سے محجوب و محروم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سبحانہ کو

اس کی رضامندی اور خوشنودی کی صورت میں نہ دیکھ سکیں گے کیونکہ اہل شقاوت، اللہ سبحانہ کو غضبناک دیکھیں گے جبکہ لوگوں کے جنت میں جانے سے پیشتر میدان محشر میں تجلی الٰہی ہوگی"۔ اور حضرت حسین بن فضلؒ نے فرمایا:۔ کما حجبھم فی الدنیا عن توحیدہ حجبھم فی الآخرۃ عن رؤیتہ فالموحّد غیر محجوب عن رویۃ ربہ۔ "کفار جیسا کہ دنیا میں اس کی توحید کو ماننے سے محروم و محجوب تھے، اسی طرح وہ آخرت میں اس کی رویت سے محجوب ہوں گے۔ رہے اہل توحید وہ اپنے پروردگار کی رویت سے محجوب نہ ہوں گے"۔ اور حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں:۔ حجبھم عن ربّھم قسوۃ قلوبھم فی العاجل وما سبق لھم من الشقاوۃ فی الازل فلم یصلحوا البساط القرب والمشاھدۃ فابعدوا وحجبوا بالحجاب وھو الغایۃ فی البعد والطرد۔ "دنیا میں ان کی سنگدلی، نیز ان کی شقاوت و بدبختی جو ازل ہی میں لکھدی گئی ہے۔ بس ان ہی دو چیزوں نے کفار کو ان کے پروردگار کے دیدار سے روک دیا ہے۔ کیونکہ وہ تقرب اور مشاہدے کے میدان میں قدم رکھنے کے قابل نہیں رہے۔ لہٰذا وہ اللہ سبحانہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے اور حجاب حائل کر کے ان کو دیدار سے روک دیا گیا۔ یہ صورت بساط قرب سے دور کر دیئے جانے اور اس میدان سے ہانک کر نکال دیئے جانے کی انتہائی حد ہے"۔ اور حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں:۔ الحجاب حجابان

حجاب بعد وحجاب ابعاد فحجاب البعد لا تقرب فیہ ابدا وحجاب الابعاد یودب ثم یقرب۔ حجاب یعنی پردہ جو دیدار سے مانع ہوتا ہے دو طرح کا ہے۔ ایک حجاب بُعد ہے۔ یعنی بندہ اپنی خودی سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اور دوسرا حجاب ابعاد ہے کہ بندہ تو قرب و دیدار کا اشتیاق رکھتا ہے لیکن اس کو کسی امر کی بنا پر دور کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جس صورت میں کہ بندہ خود دور رہنا چاہے اس کو تقرب اور دیدار حاصل ہونے کی کوئی صورت کبھی بھی نکل نہیں سکتی۔ یہ حجاب بعد ہوا۔ البتہ حجاب ابعاد کی صورت میں جو غلطی اس سے سرزد ہوئی تھی اس کی بنا پر اس کی تادیب کیجاتی ہے پھر اس کو قرب و دیدار سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

صالوا الجحیم کی تفسیر ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ۔ پھر وہ کفار دیدار الٰہی سے محروم ہو جانے کے بعد دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے" کیونکہ وہ اپنی شقاوت اور اپنے کرتوت کے باعث اس قابل ہی نہیں رہے کہ ان کو پاس بلایا جائے اور بساط قرب میں جگہ دی جائے۔ تقرب تو انتہائے رحمت کا مقام ہے اور کفار کا رحمت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ انھوں نے بُعد اختیار کیا ہے اور بعد کا انتہائی مقام جہنم ہے۔ جیسے کوئی لکڑی جب کسی کام کے قابل نہیں قرار پاتی تو اس کو چولھے میں لگا دیا جاتا ہے۔ یہی حال کفار کا ہے کہ وہ کسی مصرف کے نہیں رہے تو ان کو دوزخ میں جھونک

دیا جائے گا۔

کنتم بہ تکذبون کی تفسیر	ثُمَّ یُقَالُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ پھر کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے (اور اس کا عذاب)

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے" یعنی جب حضرات انبیاء علیہم السلام ان کو سناتے تھے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ اس کی کتابوں کو پڑھو اور اس کے مندرجہ احکام پر عمل کیا کرو اور ہماری ہدایات ونصائح کو مانو اور ہمارا اتباع کرو۔ کتاب اللہ کے مندرجہ احکام میں جنت و دوزخ کا یقین کرنا بھی تھا کہ اہل ایمان کے لئے جنت اور کفار کے لئے دوزخ تیار کی گئی ہے تو یہ سن کر کفار کہتے تھے کہ کہاں کی جنت اور کہاں کی دوزخ؟ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین۔ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کیا ہم مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے۔ ہم مر کر اٹھنے والے نہیں ہیں" کفار دنیا میں رہنے تک یہی کہتے رہے اور قیامت، سزا جزا، جنت دوزخ کے منکر رہے۔ اب آخرت میں ان سے کہا جائے گا کہ جس سزا وجزا اور دوزخ کا تم کو انکار تھا یہ وہی دوزخ ہے جس میں تم جھونکے جا رہے ہو۔

Contd….page no:2917



83-18
18. كَلا إِنَّ كِتَابَ الأبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ 19. وَمَا أَدْرَاكَ مَا 83-19
عِلِّيُّونَ 20. كِتَابٌ مَرْقُومٌ 21. يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ 83-20
83-21

ضرور علیین میں ہوگا، اور تمھیں کیا معلوم کیا ہے علیین، ایک دفتر ہے لکھا ہوا، اس کو دیکھنے آتے رہتے ہیں مقرب (فرشتے)۔

آیات کریمہ صدر کی تفسیر

یعنی ان بدمعاش کفار اور نیکوکار ابرار ان دونوں کا انجام ایک ہی ہو؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یقیناً نیکوں کے اعمال نامے رفیع الشان مقام میں ہوں گے جس کا نام ہی علیین ہے۔ اور یہ علیین کیا ہے اس کی کسی کو کیا خبر؟ عالم آخرت کی معمولی چیزوں کی کسی کو خبر نہیں تو علیین جو سب سے اعلیٰ درجہ کا مقام ہے اس کی حقیقت کوئی کیا جانے؟ جب تک کہ ہم ہی اس کی وضاحت نہ کریں، وہ علیین ایک بلند مرتبت دفتر ہے، جس میں نیکوکاروں کے بہترین کارنامے لکھے ہوئے ہیں۔ وہ دفتر کیا ہے؟ ابرار کے معتبر اسناد اور وثائق کا خزانہ ہے۔ جس میں ابرار کے شاندار نمایاں کارنامے تفصیل کے ساتھ مکتوب و محفوظ ہیں، قیامت میں اس دفتر کی نمائش کی جائے گی اور ہر نیکوکار کا اعمال نامہ، اس کی مثلیں، اسناد، وثائق، دیکھنے کے لئے اذن عام ہوگا تو ان کا مشاہدہ کرنے اور برائی العین دیکھنے کے لئے اللہ سبحانہ کے مقرب فرشتے تک آتے رہیں گے۔ اور ان کا تانتا بندھا ہوا ہوگا۔ ایک گروہ فارغ

ہوا تو دوسرا جو منتظر دید ہوگا۔ ان کی جگہ لیگا۔ وہ دیکھ لیگا تو تیسرا گروہ آئیگا۔ اور یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ ان بہترین کارناموں کا ملائکہ مقربین میں چرچا ہوتا رہیگا۔ اوران میں ایک دھوم مچ جائے گی۔ پھر تمام فرشتے مشتاق دید ہوکر باری باری سے سلسلہ بہ سلسلہ دیکھ کر خوش ہوتے جائیں گے اور آج فرشتوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ آفرینش آدمؑ کے وقت انھوں نے جو خیال حضرت انسان کے بارے میں ظاہر کیا تھا:۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء۔ کیا آپ زمین کی خلافت اس نوع بشر کو دینا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے؟" ایسا خیال ان کا درست نہ تھا۔ بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا جو ارشاد اس باب میں ہوا تھا:۔۔۔ انی اعلم مالا تعلمون۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آدم اور اولاد آدم میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں تم کیا جانو۔" تمھارے آگے تو تصویر کا ایک ہی رُخ ہے اور اسی بنا پر یہ سب کچھ کہے جارہے ہو۔ اس کا ایک رُخ اور بھی ہے جو تمھارے سامنے نہیں ہے اس کو ہم جانتے ہیں' اس ارشاد باری سے صرف علم الیقین حاصل ہوا تھا۔ آج ملائکہ کرام کو عین الیقین بلکہ حق الیقین حاصل ہو جائے گا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد بالکل بجا و درست تھا۔

علیّون کی تحقیق طلبہ علوم عربیہ کے لئے

علماء معانی لکھتے ہیں:۔۔ ھو علوّ و شرف بعد شرف ولذلك جمع بالواو والنون۔ یعنی علیّون ایک بلند

رفیع الشان مقام ہے جس کو شرف دیا گیا ہے نہایت درجہ عالی شان، اسی وجہ سے اس کو واو اور نون کے ساتھ بصورت جمع لایا گیا ہے۔" فراء امام نحو فرماتے ہیں :—

اسم موضع علی صیغۃ الجمع لا واحد لہ من لفظہ کعشرین والعرب اذا جمعت جمعا ولم یکن لہ بناء واحد ولا تثنیۃ اطلقوہ فی المذکر والمونث بالواو والنون۔ علیون ایک مقام کا نام ہے جو جمع کی صورت میں تبلایا گیا ہے اس کا واحد نہیں آتا جیسے عشرین کا لفظ ہے کہ یہ عشرۃ یا عشر کی جمع نہیں ہے بلکہ ایک مرتبہ عدد ہے جس کے معنی ہیں "بیس" اہل لسان عرب کا دستور رہا ہے کہ وہ جب کسی ایسے لفظ کا استعمال کرتے ہیں جس کے واحد یا تثنیہ کا صیغہ نہیں ہوتا تو اس کا اطلاق مذکر و مونث دونوں پر کرتے ہیں اور اس کے آخر میں واو اور نون اضافہ کر دیتے ہیں۔"

علیین کی تفسیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے عالم توریت حضرت کعب احبار سے آیۂ کریمہ کلا ان کتاب الابرار لفی علیین کی تفسیر دریافت فرمائی تو انھوں نے فرمایا :— ان المؤمن یحضرہ الموت ویحضرہ رسل ربہ فلا ھم یستطیعون ان یؤخروہ ساعۃ ولا یعجلوہ حتی تجئی ساعتہ فاذا جاءت ساعتہ قبضوا نفسہ فدفعوہ الی ملائکۃ الرحمۃ فاروہ ما شاء اللہ ان یروہ من الخیر ثم عرجوا بروحہ الی السماء فیشیعہ من کل سماء مقربوھا

حتی ینتھوا بہ الی السماء السابعۃ فیضعونہ بین ایدیھم ولا ینتظرون بہ صلاۃ تلم علیہ۔ مومن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے اور پروردگار عالم کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں تو ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی روح قبض کرنے میں گھڑی بھر کی تاخیر کریں یا اس میں عجلت کریں تا آنکہ اس کی مقررہ ساعت آجائے۔ پھر جب اس کی ساعت آجاتی ہے تو اس کی روح قبض کر لیتے ہیں، پھر اس کو ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس کی جس قدر نیکیاں دکھانا اللہ سبحانہ کو منظور ہو وہ ان کو دکھا دیتے ہیں۔ پھر اس کی روح کو آسمان پر چڑھالے جاتے ہیں تو ہر ایک آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں تا آنکہ اس کو ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کو ان سب کے روبرو رکھتے ہیں۔ اس پر تمھاری نماز پڑھنے کا انتظار نہیں کرتے۔"

یشھدہ المقربون کی تفسیر

فیقولون اللھم ھذا عبدک فلان قبضنا نفسہ فیدعون لہ بما شاء اللہ ان یدعوا فنحن نحب ان ان یشھدنا الیوم کتابہ فینشر کتابہ من تحت العرش فیثبتون اسمہ فیہ وھم شھودہ فذلک قولہ کتاب مرقوم یشھدہ المقربون

(عبد بن حمید) پھر وہ مقرب فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا الٰہا! یہ آپ کا فلاں بندہ ہے

جس کی روح ہم نے قبض کی۔ پھر اس کے حق میں دعائے خیر کرتے جاتے ہیں جتنی کہ اللہ سبحانہ کو منظور ہو (پھر عرض کرتے ہیں کہ) اب ہم اس کا اعمال نامہ دیکھنا چاہتے ہیں، اس پر اس کا اعمال نامہ عرش اعظم کے نیچے کھولا جاتا ہے۔ پھر اس پر اس کا نام لکھ دیتے ہیں اور یہ سب اس کے گواہ بن جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ کتاب مرقوم یشھدہ المقربون کا یہی مطلب ہے" اس سے پایا جاتا ہے کہ اعمال ناموں کی نمائش کا سلسلہ مومن کی وفات کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور یشھد سے گواہی مراد ہے۔

اخلاص و ریا کا علم ملائکہ کو نہیں ہے

حضرت ضمرہ بن حبیبؓ کہتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ان الملائکۃ یرفعون اعمال العبد من عباد اللہ یستکثرونہ ویزکونہ حتی یبلغوا بہ حیث یشاء اللہ من سلطانہ فیوحی اللہ الیھم انکم حفظۃ علی عبدی وانا رقیب علی ما فی نفسہ ان عبدی ھذا لم یخلص لی عملہ فاجعلوہ فی سجین ویصعدون بعمل العبد یستقلونہ ویحتقرونہ حتی یبلغوا بہ حیث شاء اللہ من سلطانہ فیوحی اللہ الیھم انکم حفظۃ علی عمل عبدی وانا رقیب علی ما فی نفسہ ان عبدی ھذا اخلص لی عملہ فاجعلوہ فی علیین' (ابن مبارک) عباد اللہ میں سے کسی بندے کے اعمال کو

فرشتے اٹھالے جاتے ہیں تو وہ ان اعمال کو زیادہ خیال کرتے اور ان کو صاف ستھرے سمجھتے ہیں تا آنکہ ان کے اعمال اللہ سبحانہ کو جہاں تک پہنچانا منظور ہے پہنچا دیتے ہیں تو اللہ سبحانہ کا حکم ان فرشتوں کے ہاں آتا ہے کہ تم میرے بندے کے صرف ظاہر پر مامور تھے۔ اور میں اس کے دل میں جو کچھ ہے اس کو دیکھتا ہوں' میرے اس بندے نے اپنا عمل خالص میرے لئے نہیں کیا۔ لہٰذا اس کے غیر مخلصانہ اعمال کو سجّین میں ڈالدو۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے اعمال کو قلیل و حقیر خیال کرتے ہیں اور اللہ کو جہاں تک لیجانا منظور ہے اس کے اعمال کو اٹھالے جاتے ہیں۔ وہاں اللہ سبحانہ کی وحی ان فرشتوں کے پاس آتی ہے کہ تم میرے بندے کے صرف ظاہر حال سے واقف تھے اور میری نظر اس کے دل پر ہے۔ اس بندے نے جو کچھ کیا اس کا عمل مخلصانہ تھا لہٰذا اس کو علیین میں محفوظ کردو۔"

تلاوت کی فضیلت حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

ان درج الجنۃ علی عدد آی القرآن وانہ یقال لصاحب القرآن اقرأ وارقہ فان کان قد قرأ ثلث القرآن کان علی الثلث من درج الجنۃ وان کان قد قرأ نصف القرآن کان علی النصف من درج الجنۃ وان کان قد قرأ القرآن کان فی اعلی علیین ولم یکن

فوقه احد من الصدیقین والشہداء۔ (ابن الضریس) یقین جانو کہ جنت کے درجات قرآن کریم کی آیات کریمہ کی تعداد کے مطابق (۶۶۶۶) درجات ہیں۔ اور اہل قرآن سے کہا جاتا ہے کہ ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ چڑھتا جا۔ اب اگر کسی نے ایک تہائی قرآن پڑھا ہوگا تو وہ جنت کے ایک تہائی درجات طے کر لیا ہوگا۔ اور اگر کسی نے آدھا قرآن پڑھا ہوگا تو اس نے جنت کے آدھے درجات طے کر لئے ہوں گے۔ اور جس کسی نے پورا قرآن ختم کر چکا ہوگا تو وہ علیین کے اعلیٰ تر مقام پر جا پہنچا ہوگا جس کے اوپر صدیقین اور شہداء سے بھی کوئی نہ ہونگے۔"

یہاں "صاحب قرآن" سے علماء، عرفا، حفاظ اور قراء سبھی مراد ہیں۔ علیین میں جا شامل ہونے کے لئے کیا خوب آسان نسخہ بتا دیا گیا ہے کہ کم از کم قرآن کریم کی تلاوت ہی کیا کریں۔ تلاوت کلام شریف اللہ سبحانہ سے ہم کلامی ہے۔ تلاوت کرنے والا گویا حق سبحانہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ لہٰذا آداب تلاوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں جس قدر حصہ لیا جائے اسی مناسبت سے ترقی مدارج حاصل کی جا سکتی ہے۔ ثلث قرآن کی تلاوت سے درجات جنت کا ایک ثلث حصہ طے ہوگا اور نصف سے نصف اور کامل سے کامل۔ اگر کوئی پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ صرف سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھ لیا کرے جو ثلث قرآن کے برابر ہے۔ یا اذا زلزلت کی سورت پڑھ لیا کرے جو نصف قرآن کے برابر بتایا گیا ہے۔

جس کی صراحت ان سورت ہائے شریفہ کی تفسیر میں آگے آئیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علیین والوں کی تفریح حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں:۔ ان لاھل علیین کوی یشرفون منھا فاذا اشرف احدھم اشرقت الجنۃ فیقول اھل الجنۃ قد اشرف رجل من اھل علیین۔ (ابن ابی شیبہ) یقین جانو کہ مقام علیین میں جگہ پانے والوں کے لئے برآمدے ہوں گے (جہاں سے وہ جنت اور نعیم جنت کا مشاہدہ کرتے ہوں گے) جب ان میں سے کوئی ان برآمدوں سے برآمد ہوگا تو ساری جنت (اسکے نور سے) چمک اٹھیگی اور جنتی لوگ (ایک دوسرے سے) کہتے جائیں گے کہ علیین کی کوئی نورانی ہستی برآمد ہوئی ہے" (جس کے نور سے ساری جنت اور اس کے درودیوار چمک اٹھے ہیں) حضرت محمد بن کعبؓ نے فرمایا:۔ یری فی الجنۃ کھیئۃ البرق فیقال ما ھذا قیل رجل من اھل علیین تحول من غرفۃ الی غرفۃ۔ (ابن ابی شیبہ) جنت میں بجلی کی سی چمک دکھائی دیگی تو دریافت کیا جائے گا کہ یہ چمک کس چیز کی ہے یا اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو جواب ملیگا کہ ساکنین علیین میں سے کوئی ایک بزرگ ایک دریچہ سے دوسرے دریچہ کی طرف منتقل ہوئے ہیں" (یہ اس کی چمک ہے)۔

علیین والوں کا زمین سے تعلق حضرت براء بن عازبؓ کی ایک طویل حدیث ہے (جس کا بیان سابقہ سورتوں کی تفسیر میں گزرچکا ہے) اس میں یہ صراحت ہے:۔

یقول اللہ تعالی فی حق المومنین اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منہا خلقتہم وفیہا اعیدہم ومنہا اخرجہم تارۃ اخری فیعاد روحہ فی جسدہ۔ مومنین کے حق میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں درج کرو اور خود اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف انھیں لوٹا دوں گا۔ اور دوبارہ اسی سے انھیں اٹھاؤں گا چنانچہ اس بندۂ مومن کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے"۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:۔ وھذا اصح ماقیل وقد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم موسی علیہ السلام فی قبرہ یصلی لیلۃ اسری بہ وانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ غائبا بلّغتہ۔ یہ قول کہ بعد مُردن مومن کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے دیگر اقوال کے مقابلے میں صحیح تر ہے کیونکہ حضرت نبی اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب اسرا میں حضرت موسی علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ مستقر ارواح کے باب میں اور بھی اقوال ہیں جو وہ بھی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے مستنبط ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین کی روح کا مستقر علیین یا ساتویں آسمان پہ ہے اور کفار کی روحیں سجین میں ہیں جو اسفل السافلین

جگہ ہے۔ با ایں ہمہ ہر روح کا اتصال اپنے جسد سے رہتا ہے جو قبر میں مدفون ہے۔ جیسے
کوئی انسان، سفر پر کہیں گیا ہوا ہو تو اس کا تعلق خاطر اپنے مکان اور وطن سے ہوا کرتا ہے
قرآن وحدیث سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے۔ رہی اس کی تفصیل اور حقیقت حال خدا ہی
جانے۔ بعد مُردن روح کا اتصال، جسد کے ساتھ جس نوعیت کا بھی ہو اس قدر ثابت ہے کہ
جسد اور روح کے مجموعہ مرکب کو اس کا مستقر آخرت، دوزخ یا جنت دکھا دیا جاتا ہے۔ اور
اس کو لذت والم کا احساس ہوتا ہے۔ یہ روح مومن، زائرین کا سلام سنتی اور اس کا جواب
دیتی ہے منکر ونکیر کے سوالوں کا جواب ادا کرتی ہے۔ زائر کو پہچانتی ہے۔ اسکی دعا پر
آمین کہتی ہے۔ اس کی کھلی ہوئی مثال یہ ہے کہ آفتاب آسمان پر ہے اور اسکی روشنی
اور دھوپ زمین پر۔ سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے۔ یہ عام ارواح مومنین کا حال ہے۔
اولیائے کرام کی ارواح طیبہ کا حال پاک اس سے بہت بلند و بالا ہے، خصوص حضور ختمی[۲۴]
مرتبت ابوالارواح ارواحنا فداہ کی ذات پاک کی ہر قلب مومن میں جلوہ فرمائی ہے
صلی اللہ علی طور التجلیات الاحسانیہ ومھبط الاسرار الرحمانیہ۔

83-12 22. إِنَّ الأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ 23. عَلَى الأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ
83-13
83-14 24. تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ

میں ہوں گے، تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کرتے ہوں گے، تم پہچان جاؤ گے ان کے چہروں ہی سے

ع ۲۷ (۲۳۔۲۲۔۲۴)

نعمتوں کی تازگی "۔

ابرار

لطف نظر جو بیان اوپر گزرا وہ کتاب الابرار یعنی نیک لوگوں کے اعمال ناموں سے متعلق تھا۔ اس پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو ابرار کے اعمال ناموں کا حال تھا۔ خود ابرار کا اس عالم آخرت میں کیا حال ہوگا؟ یہاں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ابرار کا حال کیا پوچھتے ہو؟ ابرار تو یقیناً باغوں میں ہوں گے جو طرح طرح کی نعمتوں سے ڈھکے ہوں گے۔ ایسی عظیم الشان نامتناہی نعمتوں میں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ان سے کسی کے کان آشنا ہوئے اور نہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی آسکا کہ ایسی اَن دیکھی، اَن سُنی نعمتیں بھی ہوتی ہیں۔ فجار کے بیان میں تھا کہ انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ یقیناً فجار اپنے پروردگار کی دید سے حجاب میں تھے۔ ان کو اس نعمت عظمیٰ کے دیدار سے تک روک دیا گیا تھا۔ ابرار کا یہ حال ہوگا کہ وہ زرنگار تختوں پر اعزاز و اکرام سے بیٹھے نظارہ کرتے ہوئے محو دید ہوں گے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں: ——

ینظرون ما شاء وامدّ اعینھم الیہ من رغائب الجنّۃ والی ما اولاھم اللہ من النعمۃ جنت کی پرلطف چیزوں اور اللہ سبحانہ نے جو نعمتیں ان کے لئے مہیا فرمائی ہیں ان کا نظارہ کرتے ہوں گے۔ جہاں تک اہل جنت کی نظر کام کرتی ہوگی ایک سے ایک بہترین منظر ان کے سامنے ہوگا۔

رویت باری تعالیٰ حضرت ابن عطاؒ فرماتے ہیں:۔ علی ارائك المعرفة ینظرون المعروف وعلی ارائك القربة ینظرون الی الرؤف۔ شناخت معرفت کے تختوں پر بیٹھے ہوں گے تو ہر معروف ومشہور یگانۂ روزگار کو دیکھتے ہوں گے اور جب تقرب کے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے تو خدائے رؤف کی طرف ان کی نظریں لگی رہینگی اور دیدار الٰہی کے نظارے میں محو ہوں گے۔" دنیا میں کوئی حبیب اپنے محبوب مرغوب کو ایک عرصہ کے بعد دیکھ لیتا تھا تو یہاں کمال مسرت وشادمانی سے کہتا تھا:۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

پھر مومن جس نے اپنی تمام عمر تمنائے دید میں گزاردی، اور اپنی ایک ایک نماز اس طرح ادا کرتا رہا کہ گویا وہ اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے یا خود محبوب حقیقی اس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جب وہ محبوب لم یزل ولایزال' بےچون وبےچگون' جو فرق وقدم سے پاک اور مکان وزماں سے منزہ ہے اس کے دیدار سے لطف اندوز ہوگا تو اس کی مسرت وشادمانی کا کیا ٹھکانہ کہ بیان کے لئے الفاظ نہیں مل سکتے۔ نہ کسی کے قلم کو یارا کہ اس کا وصف لکھ سکے۔ اور نہ کسی مصور یا نقاش میں یہ طاقت کہ اس کی تصویر یا نقش ہی کھینچ سکے۔ کہاں ممکن اور کس طرح ممکن جبکہ خود اس محبوب حقیقی نے فرمایا لیس کمثلہ شیئ وھوا لسمیع البصیر۔ اس جیسی کوئی شئی ہے ہی نہیں وہی سب کی سننے والا اور وہی سب کچھ دیکھنے والا

ہے " وہ اپنی ذات اور تمام صفات کمالیہ میں وحدہٗ لاشریک لہٗ یکہ وتنہا جس کا کوئی بھی شریک نہیں "۔ ایسی ذات جامع الکمالات، بے چوں و بے چگوں جب نظر کے سامنے ہو تو اس کا لطف' ان کے دیکھنے والوں ہی کے دل سے پوچھ لیجئے۔ اور انکی مسرت و شادمانی کا اندازہ لگائیے۔

ابرار کے بارونق چہرے اس لطف دید کا بیان اور اندازہ بھی مشکل ہے بلکہ امر محال ہے۔ ہاں مخاطب کو صرف اس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے کہ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ۔ اے مخاطب! تو ان دیکھنے والوں کو دیکھ لیگا تو ان کے چہروں سے اس نعمت خاص کی تازگی اور رونق کو پہچان جائے گا اور تاڑ لیگا کہ جن چہروں پر یہ تازگی یہ رونق ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور نہ حیطۂ تحریر میں آسکتا ہے تو ضرور ہے کہ ان کو ایسی ہی عظیم الشان ذات سے سابقہ ہوا ہے جس کے یہ آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ ع اے گل ز تو خرسندم تو بوے کسے داری

حضرت موسیٰ کا حال تجلی کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جب تجلی دیکھی تو اگرچہ غش کھا کر گر پڑے اور کئی دن تک اسی طرح غشی کی حالت میں پڑے رہے اور اسی کیفیت میں محو رہے لیکن اس ایک دید کا آپ پہ یہ اثر رہا کہ بصارت تیز سے تیز تر ہو گئی۔ شب تاریک میں اگر کوئی چیونٹی کسی پہاڑ پر ہوتی تو

اس کو بھی بلا تکلف دیکھ لیتے تھے۔ غالباً اسی دیدار الٰہی سے لطف آشنا ہونے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو معراج ہوئی اور دیدارِ الٰہی سے برای العین مشرف و مفتخر ہوئے اور اس مسرت میں روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوئی اور آپ نے پچاس نمازوں کی فرضیت کا تذکرہ فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس میں کمی کرانے کا مشورہ دیا اور اس پر اصرار فرماتے رہے چنانچہ آپ بار بار بارگاہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ میں حاضر ہوتے اور کمی کی درخواست فرماتے رہے۔ اس میں بھی یہی رمز تھا کہ دیدار الٰہی کے انوار جو چہرۂ انور پر نمایاں تھے اس سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اگرچہ یہ دولت بے بہا بالواسطہ ہی میسر ہو رہی ہے

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات — تو عین ذات می‌نگری در تبسمے

3-25 يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ[1] مَّخْتُومٍ ۝
3-26 خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ[2]

---

۱ الرحاق والرحیق الخمر او اطیبها او افضلها او الخالص او الصافی منها والرحیق ایضاً ضرب من الطیب (محیط المحیط) رحاق اور رحیق شراب کو کہتے ہیں یا نہایت پاکیزہ اور بہترین شراب، خالص اور نتھری شراب۔ نیز رحیق ایک قسم کی خوشبو

83-27 83-28 الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

(بقیہ حاشیہ لے صفحہ گزشتہ)

اور عطر ہے۔" فقیر عرض کرتا ہے ارشاد باری رحیق مختوم کے معنی ہوئے۔ پاکیزہ، بہترین خالص اور نتھری شراب جس سے خوشبو مہکتی ہے۔ مہر لگی ہوئی۔

۲؎ المنافسة مجاهدة النفس للتشبه بالافاضل واللحوق بهم من غير ادخال ضرر على غيره قال وفي ذلك فليتنافس المتنافسون۔ وهذا كقوله سابقوا الى مغفرة من ربكم۔ (مفردات) منافسۃ (اور تنافس) نفس کو محنت میں ڈالنا تاکہ صاحبان فضل کے ساتھ مشابہت پیدا کی جائے اور ان میں شامل ہو جائیں اس طرح کہ دوسرے کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ ارشاد باری وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون سے یہی مراد ہے کہ ایسی شراب خالص کے لئے للچانے والے للچاتے رہیں۔" یہ صورت ایسی ہی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا سابقوا الی مغفرۃ من ربکم یعنی اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف سبقت کرو، دوڑو۔

۳؎ سنّم الاناء تسنيمًا ملأه۔ والشراب علاه كتسمّه۔ والتسنيم ضدّ التسطيح وما في الجنّة يجري فوق الغرف او عين تتسنّم عليهم من فوق (قاموس) محاورۂ عرب ہے سنّم الاناء تسنیما جبکہ برتن بھر دیا جائے۔ اور سنّم الشراب اسوقت کہتے ہیں

پلائے جائیں گے نتھری شراب مہر لگائی ہوئی سربستہ، جس کی مہر مشک پر ہے، اور اسی پر چاہئے کہ للچانے رہیں للچانے والے، اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے، وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں۔"

ابرار و شراب طہور مناظر جنت اور رویت باری تعالیٰ کا بیان سننے کے بعد یہ سوال بادی النظر میں پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو صرف ضیافت بصر و بصیرت ہوئی کہ رائی (دیدہ ور، دیکھنے والا) اپنی جگہ، اور مرئی (دکھائی دینے والی شئے اور منظر) اپنی جگہ رہتا ہے۔ دیکھنے والا اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ دیکھنے کا لطف، اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ابرار کو نتھری ہوئی خالص شراب پلائی جائے گی۔ جو سربستہ مہر زدہ ہوگی۔ دنیا میں بھی

(بقیہ حاشیہ ۳ صفحہ گزشتہ)

جبکہ شراب اوپر تک بھری ہوئی ہو۔ تسنمہ کے بھی یہی معنی ہیں۔ اور تسنیم ضد ہے تسطیح کی تسطیح کسی چیز کو مسطح بنانا ہے اور تسنیم کسی چیز کو اونٹ کے کوہان کی طرح بلند کرنا۔ نیز تسنیم جنت کی ایک نہر ہے جو بالاخانوں برآمدوں کے اوپر سے بہتی ہے۔ یا چشمہ ہے جو جنت کے اوپر سے بہتا رہتا ہے۔"
راغب لکھتے ہیں:۔ قال مزاجہ من تسنیم قیل ھو عین فی الجنۃ رفیعۃ القدر وفسر بقولہ عینا یشرب بھا المقربون (مفردات) تسنیم نامی جنت میں ایک چشمہ ہے عالی شان جکی تفسیر آیۃ مابعد عینا یشرب بھا المقربون میں فرمائی گئی ہے۔ یعنی تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے مقربان بارگاہ پیا کرتے ہیں۔"

دستور ہے کہ خاص خاص عمدہ اور نفیس چیزوں کو سربستہ رکھا جاتا اور ان پر مہر کیجاتی ہے تاکہ نفیس اشیاء اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں اور باہر سے کوئی مضر شئے اس میں جانے نہ پائے اور نہ اس نفیس اور مرغوب شئے میں کسی قسم کی کمی ہونے پائے۔ مگر پھر بھی اتنا فرق رہیگا کہ یہاں دنیا میں مہر لاکھ پر جمائی جاتی ہے جو ایک بدبودار شئی ہے۔ گو اس کا اثر بوتل کی اندرونی چیز پر نہیں ہوتا۔ تاہم اس کا امکان ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر، کم ازکم اسکی بو اندرونی شئے پر اثر انداز ہو کیونکہ بعض اشیاء بیرونی اثر کو جلد قبول کر لیتی ہیں۔ آخرت میں ابرار کو جو شراب پلائی جائیگی اور فرشتے اس کے جام بھر بھر کر ابرار اخیار کو پلائیں گے ان پر جو مہر لگی ہوگی وہ مشک پر جمائی جائیگی۔ جو خالص خوشبودار اعلیٰ قسم کی معروف شئی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس ظرف پر مشک خالص کی مہر ہو اس کی اندرونی شئی کی کیسی قدر و قیمت ہوگی اور اس کا لطف کیا ہوگا؟ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے: — وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور ایسی چیز کے حصول میں للچانے والوں کو للچانا چاہیئے" اور دنیا میں رہ کر اس کے حصول کی ہر تدبیر کرنی چاہیئے۔

پھر مزید لطف اس پر یہ ہوگا کہ اس میں تسنیم کی ملونی ہوگی جس کی آمیزش سے اس شراب الصالحین کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔ تسنیم ایک چشمہ ہے نہایت عالی قدر جو قصور اہل جنت کے اوپر سے بہتا ہوگا مقربان بارگاہ الٰہی تو خالص اس کو پیئنگے

رہتے ہیں۔ ابرار کو اس کی ملونی دی ہوئی شراب پلائی جائیگی۔ اس سے ابرار اور مقربین کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مشہور ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں" یعنی ابرار جن کاموں کی بدولت یہ مراتب عالیہ حاصل کرتے ہیں۔ اور عام مومنین کے درجہ سے ترقی کرکے ابرار کا درجہ پاتے ہیں وہی کام اگر مقربین بارگاہ کریں تو یہ ان کے لئے سزاوار نہیں۔ اس سے ان کی قدر و منزلت گھٹ جاتی یا کم از کم ان کی ترقی رک جاتی ہے۔ اللہ اکبر! مقربین کی کیا شان ہے کہ ابرار بھی ان کی ہمسری نہیں کرسکتے۔ اس میں اہل ایمان کے لئے ایک درس ہے کہ ابرار کے درجہ ہی کو اپنا کمال نہ سمجھیں۔ مقربین کے درجہ تک بھی ان کی رسائی ہوسکتی ہے۔ پھر تقرب کے مدارج ہیں۔

دوسری تفسیر حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ قوله يسقون من رحيق مختوم ختامه مسك قال عاقبته مسك قوم يمزج لهم بالكافور ويختم لهم بالمسك ومزاجه من تسنيم قال شراب من اشرف الشراب عينا في الجنة يشرب بها المقربون صرفا ويمزج لسائر اهل الجنة (عبدالرزاق عبدبن حمید) ارشاد باری تعالی يسقون من رحيق مختوم ختامه مسك کا مطلب یہ ہے کہ ابرار کو جو شراب دی جائیگی اس کا انجام مشک پر ہوگا یعنی اول الامر

کافور کی ملونی دی ہوئی شراب دی جائے گی اور آخری جام مشک کی مہر لگی ہوئی شراب کا ہوگا اور اس میں تسنیم کی ملونی ہوگی جو جنت کی تمام شرابوں میں اشرف و اعلیٰ شراب ہوگی جس کو مقربان بارگاہ تو خالص تسنیم کو پیتے ہوں گے اور دوسرے اہل جنت کو تسنیم کی ملونی دی ہوئی شراب ملیگی"۔

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کا استنباط غالباً سورۂ دہر کی اس آیۂ کریمہ سے فرمایا:۔ ان الابرار یشربون من کأس کان مزاجھا کافورا۔ یقیناً ابرار ایسی شراب کے جام پیتے رہیں گے جس میں کافور کی ملونی دی ہوئی ہوگی"۔ اور آخری جام تسنیم کی ملونی کا ہوگا۔ جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔ رہے مقربین انکا کیا پوچھنا کہ وہ خالص تسنیم کے پینے والے ہونگے۔ اور سورۂ دہر ہی میں یہ بھی گزر چکا ہے: ویسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا۔ اور ابرار کو جنت میں ایسی شراب کے جام بھی پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی ملونی ہوگی"۔ یعنی کبھی کافور کی ملونی اور کبھی سونٹھ کی کبھی تسنیم کی۔ جنتی کی خواہش کے مطابق، یا ابرار کے مدارج کے لحاظ سے۔ یا جنت کے احوال کے مدنظر، مناسب حال ملونی دی ہوئی شراب کے جام پیش کئے جائیں گے جس سے ان کا لطف دوبالا ہوتا جائیگا۔

حضرت سیدنا ابن عباس کا ارشاد کافور سونٹھ اور مشک کا بیان جو مذکورۂ بالا

آیات کریمہ میں گزرا ہے اس سے دنیا کے کافور سونٹ اور مشک پر قیاس نہ کیا جائے
کہ کافور اور سونٹ تو معمولی چیزیں ہیں۔ حضرت حبرالامۃ عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے
ہیں:۔ ماذکر اللہ فی القرآن بما فی الجنۃ وسمّاہ لیس لہ فی الدنیا مثل۔
اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنت کی جن جن چیزوں کا بیان فرمایا اور ایک
ایک چیز کے نام گنوائے ان میں کی ہر ہر چیز ایسی ہوگی جس کی ساری دنیا میں کہیں نظیر
نہ ہوگی" وہاں کافور کے نام سے جس چیز کا بیان فرمایا گیا یا زنجبیل کے نام سے
یاد کیا گیا۔ دنیا کے کافور اور زنجبیل کو اس سے کوئی نسبت نہیں صرف ظاہری بہت مشابہت
کی بنا پر ایسے نام دئے گئے ہیں کیونکہ عرب قوم کو جو گرم مزاج ہوتے ہیں کافور پسند تھا
اور سرد مزاج والوں کو زنجبیل سے رغبت تھی۔ یا سرما میں زنجبیل اور گرما میں کافور
مرغوب تھا محض اس بنا پر ایسا کہا گیا ہے ورنہ دنیوی چیزوں کو نعیم جنت کیا کیا
کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہی حال مشک کا بھی ہے۔ اگرچہ مشک دنیا میں قیمتی خوشبودار
اعلیٰ درجہ کی چیز ہے لیکن جنت کے جس مشک کا بیان فرمایا گیا ہے وہ اور ہی ہے
جنت کی نعمتوں کے متعلق بس اس قدر کہنا کافی ہے کہ لاعین رأت ولا خطر علی
قلب بشر یعنی نہ آنکھوں سے کبھی دیکھا نہ دل ہی نے اس کا کبھی اندازہ کیا۔ یہ حق
تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ مالک رب العالمین نے اپنے کلام پاک میں کوثر تسنیم۔

اور سلسبیل کا ذکر ساتھ ساتھ فرمایا اور ان کی حقیقت بے نقاب فرمائی۔ جن کا دنیا میں وجود نہیں اور نہ ان کی حقیقت کسی کو معلوم ہے بلکہ ان کے نام سے تک کسی کے کان آشنا نہیں۔

تیسری تفسیر حضرت مجاہد فرماتے ہیں :۔ قولہ یسقون من رحیق مختوم قال الخمر ختامہ مسك قال طینتہ مسك ومزاجہ من تسنیم قال تسنم علیھم من فوق دورھم۔ (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، بیہقی) رحیق سے شراب مراد ہے۔ اور ختامہ مسك سے مراد مشک کی زمین ہے جس پر مہر لگائی جاتی ہے اور تسنیم سے وہ چشمہ یا نہر مراد ہے جو اہل جنت کے محلات عالیات کے اوپر سے بہتی ہوگی" اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں :۔ خفایا اخفاھا لاھل الجنۃ۔ (ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید) یہ پوشیدہ چیزیں ہیں جن کو اللہ سبحانہ نے اہل جنت کی خاطر چھپائے رکھی ہیں" کہ وہ جنت میں آئیں گے تو ان سے لطف اندوز ہوں گے۔ یعنی اللہ سبحانہ دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا ہے :۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون۔ کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں وہ وہ نعمتیں جو اہل جنت کیلئے چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کاموں کے صلے میں جن کو وہ کیا کرتے تھے" یہ رحیق، مسك، زنجبیل، کافور، کوثر اور سلسبیل وغیرہ جو نام بتائے گئے ہیں۔ یہ مخفی نعمتیں ہیں

ان کے مخفی اعمال کے بدلے میں جن کو اہل جنت، دوسروں کی نظروں سے بچکر کئے جاتے تھے آج اس کا صلہ ان مخفی نعمتوں کے ذریعہ دیا جارہا ہے جن کی حقیقت حال سے اللہ سبحانہ کے سوا کوئی بھی واقف نہیں۔ نہ جن، نہ بشر، نہ ملک، حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر) اللّٰھم ارزقنا منھا۔ آمین

رحیق مختوم کے حصول کی تدبیر حضرت ابو سعید خدریؓ اپنی حدیث مرفوع میں فرماتے ہیں:۔ ایما مؤمن سقی مومنا شربة علی ظمأ سقاہ اللہ یوم القیامة من الرحیق المختوم۔ (امام احمدؒ، ابن مردویہ) جو کوئی مومن اپنے کسی مومن بھائی کو اس کے پیاسا ہوجانے کے موقع پر کوئی "شربت" بھی پلادے تو اللہ سبحانہ قیامت کے دن اس کو مہر لگائی ہوئی شراب خالص پلائیگا۔" یہاں "شربت" سے پینے کے قابل چیز مراد ہے جس سے پیاسے کی پیاس دفع ہو خواہ وہ کوئی شربت ہو یا پانی۔ اس حدیث شریف میں خدمت خلق کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے کہ پیاسے کو پانی پلادینا بھی اللہ سبحانہ کے نزدیک کیسی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ نیز اہل ایمان کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ لہٰذا جس کسی کو رحیق مختوم کے پینے کی آرزو ہو تو کم از کم اپنے مسلمان بھائی کو پانی ہی پلادے۔ اور وہ کون مومن ہوگا جس کو ایسی آرزو نہ ہو۔

3-29 3-30 إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝
3-31 3-32 وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا
3-33 فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ
حَافِظِينَ ۝ یقین جانو کہ مجرمین (کفار) ایمان داروں سے ہنستے تھے، اور

جب ان پر سے گزرتے تو آپس میں آنکھ مارتے، اور جب اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاتے تو ہنس ہنس کر باتیں بناتے ہوئے لوٹتے، اور جب ان کو (دور سے) دیکھ لیتے تو کہتے کہ بے شک یہ لوگ بہکے جا رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں بھیجے گئے مسلمانوں پر نگہبان بنا کر۔

کفار کا مومنین کے ساتھ دنیا میں سلوک

ابرار اخیار کی اللہ سبحانہ کے دربار میں یہ شان اور ایسی آؤ بھگت ہے۔ اور وہ ایسے اعزاز و اکرام کے مستحق ہیں مگر ان کے ساتھ کفار کا معاملہ دنیا میں کچھ اس نوع کا تھا کہ انکا مذاق اڑاتے، بات بات پر ہنستے تھے۔ اگر کبھی مسلمانوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر آنکھ مارتے، اشارے کرتے کہ ان احمقوں کو دیکھو کہ خیالی جنت کی موہوم امید پر یہاں کے عیش و آرام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ آبائی دین جس میں ہر طرح کی آزادی ہے چھوڑ کر ایک فرضی رسول کے پیچھے جا رہے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں

عاید کر کے فضول زحمتیں برداشت کر رہے ہیں اور اسی کو کمال دانائی اور عقلمندی سمجھ رکھا ہے۔ یہ فقرے اور پھبتیاں تو گھر سے نکل کر اپنے کاروبار کی طرف جاتے ہوئے راہ میں اڑاتے۔ اور جب اس سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آتے تو خوش ہو ہو کر آپس میں باتیں کرتے کہ جناب! آج ان بے وقوفوں سے ملاقات ہوئی جہاں ایسی ایسی باتیں ہو رہی تھیں۔ اچھا ہوا کہ ہم ان کے دام میں نہ آسکے۔ اور ان کی ایک نہ سنی ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ ہم کو بھی پھانس لیتے' بھلا کسی کی عقل اجازت دیتی ہے کہ ایک موہوم امید پر ہم موجودہ عیش و عشرت کو چھوڑ بیٹھیں۔ اور موجود پر موہوم کو ترجیح دیں وہ ہم کو گمراہ کہتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ خود راہ نجات کو گم کئے ہوئے ہیں۔ گھر چھوڑا' بی بیاں' بچے چھوڑے' خویش واقارب چھوڑے' آرام چھوڑا' رات دن ہم جیسے ایک بشر کے پیچھے دوڑے جاتے ہیں' راتوں رات جاگتے' اُٹھ بیٹھ کرتے رہتے ہیں اور اس کا نام نماز رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کفار اہل ایمان کے نگران کار نہیں

اللہ سبحانہ کا ارشاد ہو رہا ہے :۔ وَمَآ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَ ۔ یعنی یہ مجرمین ایسے فقرے کستے' اور ایسی پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ ان کو چاہئے تھا کہ یہ مجرم دن رات جن مجرمانہ افعال' قتل' غارت گری' لوٹ کھسوٹ' زناکاری' شراب خواری' جوا بازی' وغیرہ کے

خوگر ہیں۔ خود اپنے افعال کا جائزہ لینے اور اپنے ایک ایک فعل کو میزان عقل میں رکھکر تولنے۔ اس کے حسن و قبیح کو جانچتے۔ خود کو تو بھولے ہوئے ہیں' اور جائزہ لے رہے ہیں اہل ایمان کے اعمال صالحہ کا۔ نماز کا' قرآن کا۔ خیرات کا' شب بیداری کا' صداقت کا' راستبازی کا' بھائی چارگی کا ہمدردی کا' ایثار کا' مروت کا' حلم کا' تواضع کا' عفو کا' درگزر کا' غرض مومنین کے ایک ایک فعل اور حرکت پر نظر رکھ کر من مانی باتیں کر رہے ہیں کچھ ہم نے ان مجرمین کو مومنین کا نگران کار یا داروغہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ اس فریضہ نگرانی کی انجام دہی کے لئے انکو بھیجا گیا۔ پھر یہ مذاق تمسخر، ہنسی دل لگی کیوں؟

کفار کا تمسخر

حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ قولہ ان الذین اجرموا کانوا من الذین آمنوا یضحکون قال فی الدنیا ویقولون واللہ ان ھؤلاء للکذبۃ وما ھم علی شیٔ استھزاءً بھم۔ (عبد بن حمید) ارشاد باری تعالیٰ کہ مجرمین اہل ایمان سے ہنستے تھے دنیا میں' اور از راہ تمسخر کہتے تھے کہ خدا کی قسم یہ سب جھوٹے ہیں۔ یہ کسی راہ ہدایت یا صحیح راستے پر نہیں ہیں۔" مسلمانوں کو چاہئے کہ صبر کریں عنقریب قیامت میں انکی خبر لیجائیگی۔

3-34 3-35 فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝
3-36 هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ع پس آج ایمان والے کفار سے ہنستے ہونگے۔
تختوں پر (بیٹھے) دیکھتے رہینگے' کیا بدلہ مل چکا کافروں کو ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔"

مِن ضَحِكٍ ضُحِكَ دنیا میں کفار ہنستے تھے اور اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے۔ دنیا تو دار العمل ہے۔ یہاں آج جو کچھ کرو گے کل قیامت میں وہی چیز درپیش ہوگی۔ پس آج جبکہ قیامت قائم ہو چکی ہے ایمان والے ان کافروں پر ہنستے ہوں گے۔ کفار کو ان کی بداعمالی کی ایک ایک سزا جو دیجا رہی ہے اور اس میں ان کی جو درگت بن رہی ہے اسکو اہل ایمان اپنے زرنگار تختوں پر آرام سے بیٹھے تماشہ دیکھتے جائینگے اور ان پر ہنستے رہینگے۔ ایسی ہنسی جو کبھی رکنے والی نہیں۔ پھر پوچھا جائیگا کہ کہو تو دنیا میں کفار جو کچھ کر رہے تھے آج اس طرح ان کے کرتوت کا بدلہ پورا پورا ملا یا نہیں؟" کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں ملا۔ ملا اور خوب ملا۔

کفار کی تضحیک آخرت میں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ان المستهزئين بالناس في الدنيا يرفع لاحدهم يوم القيامة باب من ابواب الجنة فيقال هلم هلم فيجيئ بكربه وغمه فاذا اتاه اغلق دونه ثم يفتح له باب آخر فيقال هلم هلم فيجيئ بكربه وغمه فاذا اتاه اغلق دونه فما يزال كذلك حتى انه ليفتح له الباب فيقال هلم هلم فلا يأتيه من يأسه۔ (امام احمدؒ، ابن ابی الدنیا، بیہقیؒ) جو لوگ دنیا میں دوسروں سے استہزاء کیا کرتے تھے، قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک کیلئے جنت کے دروازوں میں سے ایک ایک دروازہ بلندی پر سے

کھولا جائیگا اور کہا جائیگا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ وہ اپنے جس غم اور مصیبت میں مبتلا ہے اسی حالت میں بہزار دقت و مشقت وہاں آئیگا۔ جب وہاں قریب پہنچا تو اسکو باہر چھوڑ کر ہی بند کر دیا جائیگا۔ (ظاہر ہے کہ اسکی حسرت کی کوئی انتہا نہ رہیگی۔ پھر وہ نامراد و ناکام اپنی جگہ واپس آجائیگا۔) پھر اس کے لئے دوسرا دروازہ اسی طرح بلندی پر سے کھولا جائیگا اور آواز دیجائیگی۔ اے ادھر آ ادھر آ۔ وہ دوبارہ بہزار دقت و مشقت گرتا پڑتا وہاں پہنچیگا۔ جب وہ قریب آپہنچا تو اس کو بھی بند کر لیا جائیگا۔ پس وہ اسی پریشانی میں ٹھوکریں کھاتا سرگرداں رہیگا۔ بالآخر نوبت یہاں تک پہنچیگی کہ ایک ایک دروازہ کھولکر اسکو ندا دیجائیگی۔ اب وہ مایوس ہوکر بلاوے پر آنا چھوڑ دیگا" یہ ہے استہزاء کی جزا جو مستہزئین کو دیجائیگی۔ یہ ایک نمونہ ہے۔ اسی پر اور دوسرے طریقوں کو قیاس کر لیا جائے۔

کفار کی تضحیک کا نظارہ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:- قال کعب ان بین اهل الجنة واهل النار کوی لا یشاء الرجل من اهل الجنة ان ینظر الی عدوه من اهل النار الافعل (عبدالرزاق عبد بن حمید ابن المنذر)

کعب احبار نے فرمایا کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک دریچہ ہوگا جہاں سے اہل جنت چاہیں تو دوزخیوں میں سے جو ان کے دشمن ہیں ان پر جو کچھ گزر رہی ہے اسکو دیکھ سکینگے۔" اس طرح ایک ایک جنتی اپنے اپنے دشمن کو جو ان کے ساتھ دنیا میں استہزا کیا کرتا اور ان کا مذاق اڑاتا تھا اس کے احوال کا مشاہدہ کرتا رہیگا۔ اور استہزا کا بدلہ جو دوزخ میں اس کے دشمن کو دیا جارہا ہے

اس کو دیکھ کر خوش ہوتا جائیگا۔ اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔

کفار سے خطاب آخر پر اللہ سبحانہ کی طرف سے خطاب ہوگا۔ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۔ کیا کفار سے بدلہ لے لیا گیا ان تمام اعمال کا جو وہ دنیا میں اہل ایمان کیساتھ کیا کرتے تھے؟ " دنیا میں اہل ایمان ضعیف و ناتواں، نادار اور اقلیت میں تھے اور ان کے مقابل کفار اپنی شان و شوکت دکھاتے اور اپنی حکومت پر نازاں تھے، کبھی اپنے تمول کا زور دکھاتے اور کبھی اپنی اکثریت پر شاداں و فرحاں رہتے اور دو روزہ دنیا کی حکومت و قوت اور اسی کے بل بوتے پر اہل ایمان کو طرح طرح سے ستاتے، دق کرتے، مذاق اڑاتے اور فقرے کستے تھے۔ مگر وہ بھولے ہوئے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر جو ظلم کا روادار نہیں۔ دانے دانے، رتی رتی کا حساب رکھنے والا۔ ناپ تول میں کمی پر بھی گرفت کرتا ہے تو وہ کسی کی اذیت، عزت ریزی، استہزا و تمسخر کو کب گوارا فرما سکتا ہے۔ انصاف کا وقت آنے پر ہر ایک کا حساب بیباق فرمانے والا ہے۔ اس کے نزدیک آج قوی بھی ضعیف ہے اور ضعیف کو وہ قوت حاصل ہے اس کا حق کسی قوی پر نکلنے والا ہے وہ پورا پورا دلا کر رہیگا اس دن اہل ایمان خوشی سے پھولوں نہیں سمائینگے۔

سورۂ تطفیف کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین۔

(سہ شنبہ ۱۱ ذی الحجہ۔ الحرام ۱۳۷۹ھ)